النسوان فی رمضان

(خواتین کا اہتمام رمضان)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	خطبۂ ماثورہ	۷
۲	اہلِ بیت	۷
۳	حضور ﷺ کی سخاوت	۸
۴	حضور ﷺ کی آل کا مصداق	۹
۵	شبہ کا رد	۱۰
۶	ازواجِ مطہرات کے اہل بیت ہونے کی دلیل	۱۱
۷	ازواجِ مطہرات کی خصوصیات	۱۱
۸	خدا کے ایک عاشق کا حال	۱۳
۹	آیت کا شانِ نزول	۱۴
۱۰	حضرت عائشہؓ کا انتخاب	۱۴
۱۱	حضرت عائشہؓ کی فہم وفراست	۱۵
۱۲	حضرت عائشہؓ کا اندازِ محبت	۱۶
۱۳	حضرت اُمّ حبیبہؓ کا حضور ﷺ سے تعلق	۱۷
۱۴	مسلمات کی خصوصیات	۱۸
۱۵	اشکال	۱۸

۱۶	جواب	۱۹
۱۷	بقیہ صفات مسلمات	۱۹
۱۸	سیاحت الدین	۲۲
۱۹	حدیث کی تحقیق و معنی	۲۳
۲۰	حصولِ دین کے لئے سفر	۲۴
۲۱	حقیقی سفر	۲۵
۲۲	سفر حج کی تڑپ	۲۵
۲۳	ایک عاشق کا سفر حج	۲۹
۲۴	سراپا انعامات	۳۰
۲۵	سہولت صوم	۳۱
۲۶	اقتران بالذکر کا فائدہ	۳۲
۲۷	روزہ میں سہولت کیونکر ہے	۳۳
۲۸	کنواری اور بیوہ کے اختیارِ نکاح کی تحقیق	۳۴
۲۹	روزہ امر طبعی ہے	۳۵
۳۰	شبہ کا جواب	۳۶
۳۱	اور شبہ کا جواب	۳۶
۳۲	عورتوں کے لئے روزہ رکھنا آسان ہے	۳۷
۳۳	عورتوں کے لئے نماز پڑھنا کیونکر مشکل ہے	۳۷
۳۴	خلوت در انجمن	۳۸
۳۵	لوگوں کی بے اعتدالیاں	۳۹

۳۶	نماز روزہ کا فرق	۴۰
۳۷	فرحتِ افطار	۴۲
۳۸	اختلاف مذاق کا فرق	۴۳
۳۹	تکمیل صوم	۴۴
۴۰	ہمارے روزے کی مثال	۴۵
۴۱	جدت پسندوں کا حال	۴۶
۴۲	نمازی اور بے نمازی کا امتیاز	۴۶
۴۳	یورپ کی اندھی تقلید کا نقصان	۴۸
۴۴	تکمیل کے درجے	۴۸
۴۵	روزہ کی تکمیل ضروری	۴۹
۴۶	روزہ کی تکمیل کامل	۵۰
۴۷	غیبت سے بچو	۵۰
۴۸	شب قدر کی عبادت	۵۱
۴۹	رات کی قدر دانی	۵۳
۵۰	روزہ کی خاص فضیلت	۵۳
۵۱	مقصودِ وعظ	۵۴

﴿اللہ سے لگاؤ﴾

ہر عیش و طرب میں ہے لبھاؤ کتنا
ہر عزت و دولت کا ہے چاؤ کتنا

مسلم ہیں اگر ہم تو بتائیں للہ
اللہ سے ہم کو ہے لگاؤ کتنا

مفتی جمیل احمد تھانویؒ

وعظ

النسوان فی رمضان

(خواتین کا اہتمام رمضان)

روزے کی آسانی کے متعلق حضرت تھانویؒ یہ وعظ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ کو بوقت صبح اپنے مکان میں مستورات کی فرمائش پر فرمایا جو ایک گھنٹہ پینتالیس منٹ میں ختم ہوا' مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے اسے ضبط فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰه نحمدهٗ و نستعينهٗ ونستغفرهٗ و نؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ باللّٰه من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اٰله الا اللّٰه وحده لا شريك له ونشهد ان محمدًا عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اٰله واصحابه و بارك وسلم **اما بعد** : فاعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم بسم اللّٰه الرحمن الرحيم: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ﴾(۱)۔

اہلِ بیت

یہ ایک آیت ہے سورۂ تحریم کی جس میں ازواجِ مطہرات (۲) رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطاب ہے۔ جس کا سبب نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ کے دولت خانہ میں ایک واقعہ ہوگیا تھا جس سے حضور ﷺ مکدّر (۳) ہوگئے تھے۔ اجمالاً (۴) صرف اتنا جان لینا کافی ہے کیونکہ مقصودِ بیان تفصیل پر موقوف نہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو حضور کی ناگواری منظور نہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس کا علاج یہ کیا کہ ازواجِ مطہرات کو عتاب (۵) کیا گیا اور ان کو دھمکی دی گئی۔

---

(۱) سورۂ تحریم: ۵ (۲) حضور ﷺ کی بیویوں کو (۳) حضور ﷺ کو کچھ ناگواری ہوگئی تھی (۴) مختصراً اتنا جان لینا کافی ہے (۵) ڈانٹ ڈپٹ۔

ان آیات میں اسی عتاب کا ذکر ہے اور یہ دھمکی ایسی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کو حضور ﷺ سے بہت ہی محبت تھی اور یہ کہ وہ دنیادار نہ تھیں بلکہ کامل دیندار تھیں کیونکہ یہاں جہنم وغیرہ کی دھمکی نہیں دی گئی' نہ کسی آفتِ ارضیہ و سماویہ(۱) سے ڈرایا گیا بلکہ دھمکی یہ دی گئی کہ اگر تم حضور ﷺ کو مکدّر کرو گی تو اندیشہ ہے کہ حضور تم کو طلاق دے دیں اور ہم آپ کو تم سے بہتر بیبیاں دے دیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دھمکی عاشق ہی کو دی جاسکتی ہے جو بیوی عاشق نہ ہو اس کے حق میں یہ کچھ بھی دھمکی نہیں بلکہ وہ تو اس کو بشارت(۲) سمجھے گی۔ خصوصاً جب کہ عدمِ محبت کے ساتھ یہ بات بھی ہو کہ شوہر کے یہاں کھانے پہننے کی بھی تنگی ہو۔ دنیا کی عیش وراحت بھی نہ ہو جیسا کہ حضور ﷺ کے یہاں حالت تھی کہ بعض دفعہ آپ کے یہاں فاقہ بھی ہوتا تھا۔

حضور ﷺ کی سخاوت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض دفعہ دو مہینے تک ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ بس کچھ چھوارے اور پانی کھا پی کر گزر کر لیتے تھے اور یہ سخت تنگی کی حالت اوائل ہجرت(۳) میں تھی۔ بعد میں یہ حالت تو نہ رہی تھی کیونکہ جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو آپ کے پاس اس قدر سامان آتا تھا کہ حضور نے ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ ایک اعرابی کو بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ عنایت فرمایا جس سے جنگل بھرا ہوا تھا۔ ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ اور ہزاروں بکریاں دے دینا اس کی دلیل ہے کہ آپ کے پاس بہت سامان تھا مگر اس پر بھی یہ توسع(۴) اپنے لئے نہیں تھا بلکہ دوسروں ہی کے لئے تھا۔ اپنے واسطے تو یہ حالت تھی کہ اگر شام کو کچھ سونا چاندی آیا

(۱) کسی زمینی یا آسمانی عذاب سے نہیں ڈرایا گیا (۲) خوشخبری (۳) ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں تھی (۴) یہ فراغت۔

تورات سے پہلے خرچ فرما دیتے تھے اور صبح کو آیا تو شام سے پہلے خرچ فرما دیتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ عصر کی نماز سے سلام پھیر کر حضور ﷺ بہت تیزی کے ساتھ اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے ۔صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سرعت (۱) سے تشویش ہوئی۔حضور ﷺ نے واپس تشریف لاکر فرمایا کہ میرے گھر میں کچھ سونا رکھا تھا جو ابھی تک تقسیم نہیں ہوا تھا اور نبی کو مناسب نہیں کہ رات کو اس کے گھر میں دینار رہے۔اس لئے میں نے جا کر اس کی تقسیم کا انتظام کر دیا۔

اسی وجہ سے آپ کے یہاں بعض دفعہ فتوحات کے بعد ہی تنگی ہو جاتی تھی کیونکہ آپ سخی بے حد تھے' گھر میں روپیہ پیسہ رکھتے نہ تھے اور نہ آپ نعوذ باللہ مفلس تھے حق تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دیا تھا۔ بھلا کہیں مفلسوں کو بھی ایسا دیکھا ہے کہ ایک ایک آدمی کو سوسو اونٹ اور بکریوں کا ریوڑ جنگل بھرا ہوا دے دیں۔

غرض اوّل اوّل تو آپ کے یہاں فاقہ کی نوبت آتی تھی اور فتوحات کے بعد یہ تو نہ رہا تھا بلکہ آپ اپنی سب بیبیوں کا سال بھر کا خرچ ایک دم سے دے دیا کرتے تھے مگر پھر بھی زیادہ وسعت نہ تھی کیونکہ مال آپ کے یہاں جمع تو ہوتا ہی نہیں تھا اور اس سال بھر کے خرچ کی تفصیل تو معلوم نہیں مگر حضو ﷺ کی دعا یہ ہے:

((اللّٰهم اجعل رزق آل محمد قوتا)) (۲)

''کہ اے اللہ آل محمد کا رزق بقدرِ قوت کیا جائے''

حضور ﷺ کی آل کا مصداق

اور قدرِ قوت وہ ہے جس سے بقدرِ کفایت گزر ہو جاوے کچھ فاضل نہ ہو اور اس میں شک نہیں کہ ازواج مطہرات بھی آل محمد ﷺ میں داخل ہیں۔اس لئے یہ دُعا

(۱)اتنی تیزی سے گھر میں تشریف لے جانے پر صحابہ کو پریشانی ہوئی (۲) صحیح مسلم:۱۰۲/۳۔

اُن کو بھی شامل تھی اور اسی طرح ذریت (۱) بھی داخل ہے۔ بلکہ اصل مقتضائے لغت (۲) یہ ہے کہ ازواج تو آل محمد ﷺ میں اصالۃً داخل ہوں اور ذریت طبعاً داخل ہوں کیونکہ آل کہتے ہیں اہلِ بیت کو یعنی گھر والوں کو اور گھر والوں کے مفہوم میں بیوی سب سے پہلے داخل ہے پس یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ ذریت تو آل میں داخل ہوں اور ازواج داخل نہ ہوں۔

شبہ کا رد

بعض لوگوں کو ایک حدیث سے شبہ ہوگیا ہے' وہ یہ کہ حضور ﷺ نے ایک دفعہ حضرت علی فاطمہ و حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو اپنی عبا (۳) میں داخل فرما کر فرمایا:

((اللّٰھم ھؤ لاء اھل بیتی)) (۴) ''کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں''

اس سے بعض عقلمندوں نے یہ سمجھا ہے کہ ازواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل نہیں۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت میں سے ہیں ان کو بھی ﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا﴾ (۵) کی فضیلت میں داخل کرلیا جائے۔ یہاں حصر مقصود نہیں کہ بس یہی اہل بیت ہیں اور ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں اور یہ جو اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان حضرات کو عبا میں داخل فرما کر یہ دعا کی تو امّ سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی ان کے ساتھ

---

(۱) اولاد (۲) لغت کا تقاضا یہ ہے کہ بیویاں تو آل میں اصلاً داخل ہوں اور اولاد طبعاً (۳) اپنی چادر میں (۴) سنن الترمذی: ۶۶۳/۵ (۵) ''اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والوں اور ستھرا کردے تم کو ایک ستھرائی سے'' (الاحزاب: ۳۳)۔

شامل فرمالیجئے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ ہو۔اس کا یہ مطلب ہے کہ تم کو عبا میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں تم تو پہلے ہی سے اہل بیت میں داخل ہو دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ ٗ حضرت ام سلمہؓ سے اجنبی (۱) تھے ان کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو عبا میں کیونکر داخل کیا جاسکتا تھا۔ یہ تو اشکالات کا جواب تھا۔

ازواجِ مطہرّات کے اہلِ بیت ہونے کی دلیل

اصل مُدّعا کے لئے دلیل اوّل تو لغت (۲) ہے کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ازواج اولاً داخل ہیں دوسرے قرآن کا محاورہ یہی ہے۔حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں جب کہ ملائکہ نے ان کو ولد کی بشارت دی (۳) اور حضرت سارہ کو اس بشارت پر تعجب ہوا' ملائکہ کی طرف سے یہ قول نقل فرمایا ہے: ﴿قَالُوٓا اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ﴾ (۴)

ظاہر ہے کہ یہاں اہل بیت میں حضرت سارہ علیہا السلام یقیناً داخل ہیں کیونکہ خطاب انہی سے ہے معلوم ہوا کہ اہلِ بیت میں ازواج بھی داخل ہیں۔

ازواجِ مطہرّات کی خصوصیات

جب یہ ثابت ہوگیا اور ادھر یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آل محمد کے لئے یہ دُعا فرمائی ہے کہ اُن کا رزق بقدرِ قوت ہو تو خود ازواج کے لئے حضور نے قدرِ قوت سے زیادہ کیوں تجویز کیا ہوگا۔ پس گو نفقۂ سالانہ کی مقدار معلوم نہیں مگر اس دُعا سے اجمالاً اتنا معلوم ہوگیا کہ ازواج کا سالانہ نفقہ قدرِ قوت سے زیادہ نہ تھا۔ پھر اس پر

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے محرم نہیں تھے (۲) لغوی معنی کے (۳) بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی (۴) ''فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اس خاندان کے لوگ تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں بے شک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے'' (سورۂ ھود: ۷۳)

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سخی بھی تھیں۔ خصوصاً حضرت زینب و حضرت عائشہؓ کی سخاوت تو مشہور تھی اور بخیل تو اُن میں سے ایک بھی نہ تھی اور حضور تو سخی تھے ہی۔

آپ اس قدر مہمان نواز تھے کہ ایک وقت میں بعض دفعہ بارہ بارہ مہمان آپ کے یہاں ہوتے تھے اور گھر میں گھڑے کے پانی کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ اس سخاوت اور مہمان نوازی کے ساتھ تو اگر زیادہ سامان بھی آپ کے یہاں ہوتا جب بھی تھوڑا تھا چہ جائیکہ یہاں کچھ سامان جمع بھی نہ ہوتا تھا۔

پس ایسی حالت میں حضرات ازواجِ مطہرات کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنے کی تمنا کرنا ان کی عافیت محبت کی دلیل ہے اور ان کی یہ حالت خود اس آیت سے معلوم ہورہی ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن کو صرف یہ دھمکی دی ہے کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ تم کو طلاق دے کر اور نکاح کرلیں، اس دھمکی ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات حضور ﷺ کی عاشق تھیں۔ اگر وہ دنیا دار ہوتیں اور حضور ﷺ سے اُن کو محبت نہ ہوتی تو اس دھمکی کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا اور ایسی حالت میں اس کا نزول عبث (۱) ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا تھا۔

ازواجِ مطہرات میں جو بھی سوکنوں جیسے واقعات ہوئے ہیں تو وہ دنیا اور مال کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ اُن سب کا منشا صرف یہ تھا کہ حضور ﷺ کی عنایات و محبت کسی کے ساتھ زیادہ دیکھ کر باہم رشک ہوتا تھا اور یہ محبت و عشق کے لوازم میں سے ہے ؎

عشق است و ہزار بدگمانی (۲)　　باسایہ ترا نمی پسندم

عاشق تو یوں چاہتا ہے کہ میرے سوا کسی کو میرے محبوب کی خبر بھی نہ ہو۔

---

(۱) بیکار ہوتا (۲) میں تو تیرے سایہ کو بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ میں تیرا عاشق ہوں اور عشق میں ہزاروں بدگمانیاں ہوتی ہیں کہ میرے علاوہ تیرے ساتھ تیرا سایہ کیوں رہتا ہے۔

خدا کے ایک عاشق کا حال

چنانچہ ایک بزرگ نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ میں آپ کے کسی عاشق کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ حکم ہوا کہ فلاں پہاڑ پر جاؤ وہاں تم کو ہمارا ایک عاشق ملے گا یہ وہاں پہنچے اور جا کر اُس کو سلام کیا' بس سلام کی آواز سنتے ہی اُس نے ایک چیخ ماری اور فوراً مر گیا' یہ بزرگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا قصہ ہے' میں تو اس سے ملنے اور بات کرنے آیا تھا' یہ میری آواز سنتے ہیں ختم ہو گیا ۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد (۱)

حق تعالیٰ سے اس کا راز (۲) دریافت کیا۔ جواب ملا اس شخص کو اب تک یہ خیال تھا کہ بس اللہ تعالیٰ کو جاننے والا دنیا میں تنہا میں ہی ہوں۔ اس خیال میں یہ خوش تھا اور مست تھا' تمہارا سلام اور اس میں رحمۃ اللہ سن کر اُسے خبر ہوئی کہ نہیں اور بھی خدا تعالیٰ کے جاننے والے دنیا میں موجود ہیں اور رقباء (۳) سے محفوظ نہیں ہوں اس کا اس کو اس قدر غم ہوا کہ تحمل (۴) نہ کر سکا اور فوراً جان دیدی۔

جب عشق کا یہاں تک تقاضا ہے تو بھلا عاشق کو یہ کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ محبوب کو کسی دوسرے کی طرف زیادہ توجہ و میلان ہو' اسی وجہ سے حضرات ازواجِ مطہرات میں کبھی کبھی کچھ چھیڑ چھاڑ ہو جاتی تھی جس کا منشا عداوت نہ تھا' نہ دنیا کی محبت و حرص تھی بلکہ محض حضور ﷺ کی محبت اس کا منشا تھی۔

(۱) افسوس کہ پلک جھپکنے میں یار کی صحبت ہی ختم ہو گئی ابھی پھول کو دیکھ کر دل بھرا بھی نہیں تھا کہ فصلِ بہار ہی ختم ہو گئی (۲) اس کی وجہ معلوم کی (۳) اور رقیبوں سے میں محفوظ نہیں ہوں (۴) برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔

آیت کا شانِ نزول

چنانچہ جب حضور ﷺ کو حق تعالیٰ نے فتوحات عطا فرمائیں اور غلام باندی اور مال و متاع اور باغات غنیمت میں بکثرت آئے اور آپ نے مسلمانوں میں اُسے تقسیم فرمایا تو اس وقت حضرات ازواجِ مطہرات نے بھی حضور ﷺ سے درخواست کی کہ جیسا آپ دوسروں کو بے دریغ عطا فرما رہے ہیں تو ہم کو بھی مالِ غنیمت میں سے کچھ عطا فرمایا جاوے اور ہمارے نفقہ میں بھی پہلے سے زیادہ کچھ اضافہ فرما دیا جائے۔ حضور ﷺ نے اس سے انکار کیا' ازواجِ مطہرات نے کچھ اصرار کیا جو حضور ﷺ کو ناگوار ہوا' اس پر آیاتِ تخییر (۱) کا نزول ہوا جن میں حضرات ازواج کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ متاعِ دنیا کی طالب ہیں تو بس ایک دفعہ جی بھر کر دنیا لے لیں اور حضور ﷺ ان کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیں اور اگر اللہ و رسول ﷺ اور دارِ آخرت کی طالب ہیں تو اُسی حالت میں راضی رہیں جس حالت میں حضور ﷺ رکھنا چاہیں: ﴿يَـاأَيُّهَـا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً﴾(۲)

حضرت عائشہؓ کا انتخاب

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو سب سے پہلے حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیات سنائیں اور فرمایا جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور

---

(۱) ان آیات کا نزول ہوا جس میں ازواجِ مطہرات کو دو میں سے ایک بات کے اختیار کرنے کو کہا گیا

(۲) ''اے نبی ﷺ آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ متاع دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں'' (سورۂ احزاب: ۲۸)

کو یہ خیال ہوا کہ عائشہ کم سن بچی ہیں اور بچپن میں دنیا کی حرص ہونا کچھ بعید نہیں تو ایسا نہ ہو یہ جلدی سے دنیا کو اختیار کرلیں' اس لئے فرمایا کہ اپنے والدین سے مشورہ کرکے جواب دینا کیونکہ ان کے متعلق آپ کو اطمینان تھا کہ وہ حضور سے مفارقت (۱) کی رائے کبھی نہ دیں گے۔ مگر حضرت عائشہؓ نے آیاتِ تخییر کو سن کر فوراً جواب دیا۔((فی ایّ ھٰذا استامر ابوی)) ''کیا اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی''((فانّی قداخترت اللّٰہ ورسولہ والد ارا لآخرۃ)) (۲)

''میں نے اللہ ورسول ﷺ کو اختیار کیا اور دارِ آخرت کو''

اُن کے اس جواب سے حضور ﷺ کو بہت مسرت ہوئی کیونکہ آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا نکاح اس وقت ہوا تھا جب کہ یہ چھ سال کی تھیں اور حضور ﷺ کے گھر میں جس وقت آئی تھیں اس وقت اُن کی عمر نو سال کی تھی' ظاہر ہے کہ نو سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے' ہندوستان میں تو نوسال کی لڑکی شوہر کے پاس جانے کے اور گھر داری کے قابل نہیں ہوسکتی۔ مگر عرب میں نشو ونما (۳) اچھی ہوتا ہے وہاں نو سال کی لڑکیاں اٹھان (۴) میں اچھی ہوتی ہیں' اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نو سال کی عمر میں حضور ﷺ کے گھر آ گئی تھی' مگر اس عمر میں بچپن کی باتیں تو ہوتی ہی ہیں۔ نشو ونما اچھی ہونے سے بچپن تو زائل نہیں ہوجاتا' تو اس عمر میں اگر مال ومتاع دنیا کی زیادہ حرص ہوتو کچھ تعجب نہیں بچیوں کو زیور گہنے کی حرص ہوتی ہی ہے۔

(۱) جدائی (۲) مسند احمد: ۶/ ۲۴۸ (۳) جسمانی ساخت اچھی ہوتی ہے (۴) قد کاٹھ میں اچھی ہوتی ہیں۔

مگر حضرت عائشہؓ باوجود اس کم سنی (۱) کے بڑی بڑی عورتوں سے عقل و فہم وادب میں کم نہ تھیں بلکہ سب سے بڑھی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ اُن سے مشکل مسائل میں رجوع کرتے تھے اور ان کی فہم وسلامت رائے معلوم کرتے تھے' اسی عقل وفہم کا یہ اثر تھا کہ نو سال کی عمر میں بھی ان کے اندر بچیوں کی سی حرص وطمع نہ تھی بلکہ دانا عورتوں کی طرح استغناء کی شان تھی۔

حضرت عائشہؓ کا اندازِ محبت

بڑی بات یہ تھی کہ جیسے حضور ﷺ کو ان سے محبت تھی وہ بھی حضور ﷺ کی عاشق تھیں' چنانچہ یہ جواب دے کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ میری ایک درخواست ہے' فرمایا وہ کیا؟ کہا وہ یہ کہ آپ میرے اس جواب کو دوسری ازواج سے بیان نہ فرمائیے گا۔ مطلب یہ تھا کہ کہیں میرا جواب سن کر میری تقلید میں سب یہی کہہ دیں اور وہ چاہتی یہ تھیں کہ سب اپنی اپنی رائے سے جواب دیں تو اچھا ہے' ممکن ہے کسی کی رائے دنیا لینے ہی کی ہو تو وہ الگ ہوجاوے اور رقیبوں کی تعداد کچھ کم ہوجائے' مگر حضور ﷺ نے اس درخواست کو منظور نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے گی کہ عائشہؓ نے کیا جواب دیا تو میں بتلادوں گا' ہاں بدوں پوچھے مجھے بتلانے کی ضرورت نہیں۔

تو حضرت عائشہؓ کی اس درخواست سے ان کی محبت کا رنگ معلوم ہوگیا کہ وہ یوں چاہتی تھیں کہ حضور ﷺ میں جو اتنے شریک ہیں وہ کم ہوجاویں تو اچھا ہے اور اس میں دوسروں کیساتھ برائی کا قصد (۲) نہ تھا بلکہ اپنے لئے بھلائی کا قصد تھا کہ حضور ﷺ تنہا میرے ہی لئے ہوں اور اس تمنا میں عاشق معذور ہوتا ہے ایک رنگ تو یہ تھا۔

(۱) کم عمری (۲) برائی کا ارادہ نہ تھا۔

حضرت اُمِّ حبیبہؓ کا حضور ﷺ سے تعلق

ایک رنگ یہ تھا کہ حضرت اُمّ حبیبہؓ نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ میری بہن سے شادی کر لیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم کو یہ گوارا ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کے پاس اکیلی تو ہوں نہیں بلکہ اب بھی میرے شریک بہت ہیں تو اگر اس خیر میں میری بہن شریک ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہے۔ غیروں کی شرکت سے بہن کی شرکت تو پھرا ہون (۱) ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے واسطے حلال نہیں۔

عشق کا ایک رنگ یہ بھی ہے جو حضرت اُمّ حبیبہؓ میں تھا کیونکہ وہ بہن کا سوت ہونا محض اس لئے گوارا کرتی تھیں کہ میری بہن کو بھی حضور ﷺ سے خاص تعلق ہو جائے جو اس کے لئے سعادت آخرت کا سبب ہو' اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُمّ حبیبہؓ آپ کے تعلق کی کتنی قدردان تھیں۔

بہر حال جب یہ آیتِ تخییر (۲) نازل ہوئی تو سب ازواج نے حضور ہی کو اختیار کیا۔ دنیا کو کسی نے بھی اختیار نہیں کیا' اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو حضور ﷺ کے ساتھ کس درجہ کی محبت تھی کہ فقر و فاقہ اور تنگی میں رہنا منظور تھا مگر حضور ﷺ سے علیحدگی منظور نہ تھی۔ چنانچہ اس محبت ہی کی وجہ سے ان کو حق تعالیٰ نے جہنم کی دھمکی وغیرہ نہیں دی بلکہ صرف اس سے ڈرایا کہ دیکھو کہیں کبھی تم کو حضور ﷺ اپنے سے علیحدہ نہ کر دیں۔ اور تم یہ نہ سمجھنا کہ اگر ہم کو الگ کر دیا تو ہم سے بہتر بیبیاں کہاں سے ملیں گی' خوب سمجھ لو کہ اگر حضور ﷺ نے تم کو طلاق دے دی تو حق تعالیٰ قادر ہیں کہ وہ تم سے بہتر بیبیاں حضور ﷺ کو دے دیں: ﴿عَسٰی رَبُّہٗٓ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ

(۱) ہلکی ہے (۲) یعنی وہ آیت نازل ہوئی جس میں ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ دنیا کو اختیار کریں یا حضور ﷺ کو۔

یُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ یہ تو اجمالاً ان کی خیریت کا ذکر تھا آگے اس خیریت کی تفصیل ہے کہ وہ بیبیاں کیسی ہوں گی۔

مُسلمات کی خصوصیات

﴿مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ﴾ وہ اسلام والیاں ہوں گی اور ایمان والیاں اور خشوع خضوع والیاں، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے والیاں اور عبادت کرنے والیاں اور سآئحٰت ہوں گی۔ سائحات کی تفسیر عنقریب آتی ہے۔ یہ تو تشریعی صفات ہیں۔ آگے تکوینی صفات مذکور ہیں ﴿ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا﴾۔

اشکال

اس مقام پر ایک اشکال طالب علمانہ ہے، وہ یہ کہ حضور ﷺ کے وقت میں ازواجِ مطہرات سے خیر و بہتر عورتیں موجود تھیں۔ اگر نہیں تھیں تو یہ دھمکی کیسی؟ اور اگر تھیں تو یہ بظاہر بہت بعید ہے کہ ان سے بہتر عورتیں دنیا میں ہوں اور حق تعالیٰ حضور ﷺ کے لئے کمتر تجویز فرمائیں۔

دوسرے حضور ﷺ کے کمال فیض وقوت تاثیر صحبت پر نظر کر کے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور ﷺ کی صحبت یافتہ عورتوں سے بہتر کوئی ایسی عورت ہو سکے جس نے ابھی تک حضور ﷺ کی صحبت حاصل نہیں کی اور خود نص میں بھی تو ہے: ﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ ﴾(۱) اس آیت میں قلب ہے مطلب یہ ہے "لیس احد من النساء کمثلکن" کہ کوئی عورت تم جیسی نہیں ہے اگر تم متقی ہو، اور ازواج مطہرات کا متقی ہونا معلوم تو ثابت ہوا کہ ان کے

(۱) "اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقوی اختیار کرو" (سورۂ احزاب: ۳۲)۔

مثل کوئی عورت دنیا میں اس وقت نہ تھی' اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب نہ ہو اور تقدیر اس طرح ہو۔" ینساء النبی لستنّ دینات کغیر کن "

جواب

اس اشکال کا جواب میں نے ایک عالم کے خادم سے سنا ہے' وہ اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ازواج مطہرات کی خیریت تو حضور ﷺ کے نکاح ہی کی وجہ سے تھی قبل از نکاح تو وہ اور دوسری عورتیں یکساں تھیں۔ پھر اگر آپ ﷺ ان کو طلاق دے دیتے تو ان سے خیریت کم ہو جاتی اور دوسری جس بیوی سے نکاح کر لیتے نکاح کے بعد وہ ان سے بہتر ہو جاتی۔ پس خیرا منکن بالفعل کے اعتبار سے نہیں فرمایا گیا بلکہ مایؤ دل(۱) کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے۔

اب کوئی اشکال نہیں' یہ جواب مجھے بہت پسند آیا' یہ تو اشکال کا جواب تھا

بقیہ صفاتِ مسلمات

اب میں ان صفات کو بیان کرتا ہوں جو حق تعالیٰ نے خیریت کے متعلق بیان فرمائی ہیں کیونکہ مقصود بیان کا انہی صفات سے مستنبط ہے تو فرماتے ہیں۔

﴿مُسْلِمَاتٍ﴾ کہ وہ عورتیں مسلمان ہوں گی اور اسلام جب ایمان کے مقابل مستعمل ہوتا ہے تو اس سے عمل مقصود ہوتا ہے۔ یعنی وہ احکامِ الٰہیہ کی عملاً مطیع ہوں گی۔

﴿مُؤْمِنَاتٍ﴾ یعنی وہ ایمان والیاں ہوں گی' اس میں درستی عقائد کا بیان ہے

---

(۱) بلکہ انجام کے اعتبار سے فرمایا کہ تم جو ساری دنیا کی عورتوں سے بہتر ہو تو اس کی وجہ تمہارا حضور ﷺ کے نکاح میں ہونا ہے جب یہ صفت تم سے ختم ہو کر دوسری کو مل جائیگی تو وہ بہتر ہو جائیگی۔

کہ جن چیزوں کی تصدیق ضروری ہے جیسے توحید ورسالت ومعاد وغیرہ ان سب پر ان کو ایمان ہوگا۔ یہاں تک تو عقائد واعمال کا ذکر ہوا آگے فرماتے ہیں۔

﴿قٰنِتٰتٍ﴾ کہ وہ صاحبِ قنوت ہوں گی جس کے معنی خشوع وخضوع کے ہیں۔ میرے نزدیک اس میں حال کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان واسلام کے ساتھ وہ صاحب حال بھی ہوں گی جس میں اصل خشوع وخضوع ہے جو حاصل ہے فنا کا اور فنا ارفع احوال ہے(۱) اور ممکن ہے کہ﴿قٰنِتٰتٍ﴾ سے مراد یہ ہو کہ وہ زوج کی مطیع(۲) ہوں گی۔

﴿تٰٓئِبٰتٍ﴾ وہ توبہ کرنے والی ہوں گی، یعنی وہ عمل کے ساتھ توبہ کرنے والی ہوں گی اور یہ نظیر اس آیت کی ہے جو سورۂ ذاریات میں ہے:﴿کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِھِمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾(۳) جس کی تفسیر میں علماء نے فرمایا ہے: ''ای یستغفرون لتقصیرھم فی العبادۃ'' کہ وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں اور اکثر حصہ رات کا عبادت میں صَرف کرتے ہیں اور صبح کے وقت استغفار کرتے ہیں کہ ہائے ہم سے کچھ بھی نہ ہوسکا۔ شیخ شیرازؒ فرماتے ہیں۔

فرس کشتہ از بس اسپ راندہ اند سحرگہ خروشاں کہ واماندہ اند

یہی تفسیر یہاں مناسب ہے کہ وہ بیبیاں ایسی ہوں گی کہ باوجود عمل کے اپنی تقصیر سے توبہ کریں گی۔

﴿عٰبِدٰتٍ﴾ اور وہ عورتیں عبادت کرنے والی ہوں گی یعنی توبہ کے بعد بھی وہ عبادت وعمل میں تقصیر نہ کریں گی۔ بلکہ پہلے سے زیادہ کوشش کریں گی۔ ہماری

(۱) بلند درجے کا حال ہے (۲) شوہر کی فرمانبردار (۳) ''وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے ہیں اور اخیر شب میں استغفار کرتے ہیں'' (سورۂ ذاریات: ۱۸۔۱۷)۔

طرح نہ ہوں گی کہ ہم توبہ کے بھروسے گناہ کرتے اور عمل میں کوتاہی کرتے ہیں' بھلا یہ کون سی عقلمندی ہے۔ اس کی تو ایسی مثال ہوئی جیسے تریاق (۱) کے بھروسے کوئی سانپ سے کٹوائے۔

دوسرے آج کل بہت سے آدمی توبہ کو ہر گناہ کے لئے کافی سمجھتے ہیں حالانکہ حقوق العباد میں محض توبہ کافی نہیں بلکہ بندوں سے حقوق معاف کرانا یا ادا کرنا بھی لازم ہے اور حقوق اللہ میں بھی توبہ سے صرف گناہ معاف ہوتا ہے ادائے حقوق کے لئے توبہ کافی نہیں۔

مثلاً کسی نے نمازیں قضا کردی ہوں' زکوٰۃ نہ دی ہو' حج نہ کیا ہو تو توبہ سے گناہ معاف ہو جائے گا لیکن قضا کردہ نمازوں کی قضا لازم ہوگی' زکوٰۃ بھی گذشتہ سالوں کی لازم ہوگی' حج کے لئے بھی وصیت وغیرہ لازم ہوگی' آگے فرماتے ہیں۔

﴿سٰئِحٰت﴾ یہی صفت اس وقت مقصود بالبیان ہے' جمہور سلف نے سائحات کی تفسیر صائمات کی ہے کہ وہ بیبیاں روزہ رکھنے والی ہوں گی اور بعض نے اس کی تفسیر مہاجرات کی ہے' اس میں بھی معنی صوم کے مرعی ومحفوظ (۲) ہیں' کیونکہ ہجرت میں بھی کھانا پینا چھوٹ جاتا یا کم ہو جاتا ہے۔ اول تو گھر سے بے گھر ہونا ترک مالوف (۳) میں صوم کے مثل ہے کیونکہ انسان کو اپنے گھر سے بھی بہت الفت ہوتی ہے اور جیسے کھانا پینا چھوڑنا اس کو گراں ہے ایسے ہی وطن کا چھوڑنا اور گھر سے بے گھر ہونا بھی گراں دوسرے لغت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاحت کے اصل معنی ترک مالوف (۴) کے ہیں۔ یہ مفہوم اس کے سب معانی میں مشترک (۵) ہے۔

---

(۱) زہر کے اثر کو دور کرنے والی دوا (۲) اس میں بھی روزہ کے معنی کی رعایت ہے (۳) پسندیدہ اشیاء کا ترک کرنا ہجرت میں پایا جاتا ہے جیسے روزہ میں پسندیدہ اشیاء کھانے پینے کا ترک پایا جاتا ہے اس طرح ہجرت روزہ کے مشابہ ہوئی (۴) پسندیدہ چیز کو ترک کرنا (۵) تمام معانی میں پایا جاتا ہے۔

اب جس میں ترک مالوف زیادہ واضح ہوگا وہ سیاحت کا مصداق زیادہ ہوگا اور جس میں یہ مفہوم کم ہوگا وہ سیاحت کا مصداق دوسرے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ ترک طعام وشراب وغیرہ میں جو کہ حقیقت صوم ہے ترک مالوف زیادہ ہے' کیونکہ غذا پر حیات انسان کا مدار ہے اس سے ہر شخص مالوف(۱) ہے اور کسی کو اس سے چارہ نہیں اور بدوں گھر کے بہت سے لوگ زندہ ہیں اور رہ سکتے ہیں' اس لئے سیاحت کی اصل تفسیر صوم ہونا چاہئے۔

جس نے ہجرت سے تفسیر کی ہے اس نے بھی معنی صوم کی اس میں رعایت کی ہے کہ ہجرت بھی صوم کی مثل ہے اور اس میں کھانا پینا بھی چھوٹ جاتا ہے کیونکہ سفر میں کھانے کا وہ انتظام نہیں ہوتا جو گھر میں ہوتا ہے۔ بے وقت تو اکثر ہی ملتا ہے اور یہ وصف مردوں کی تعریف میں بھی وارد ہوا ہے سورۂ توبہ میں آیا ہے۔

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ﴾(۲)

جس کی تفسیر بعض نے صائمون ہی سے کی ہے اور بعض نے سیاحت وسفر سے کی ہے جو غزوہ کے لئے ہو یا طلب علم کے لئے یا حج کے لئے کیونکہ سیاحتِ مطلقہ شرعاً مطلوب نہیں کہ امریکہ اور پیرس اور چین کی مصنوعات دیکھنے کے لئے سفر کرو۔

سیاحت الدین

اگر آج کل کے نوجوانوں کو یہ تفسیر بالسیاحت اس آیت کی مل جاتی تو وہ اسی سے اکتشافات جدیدہ اور سیاحتِ متعارفہ کو ثابت کر لیتے جیسے انہوں نے

(۱) اس سے ہر شخص کو الفت ومحبت ہے (۲) ''وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے'' (سورۂ توبہ:۱۱۲)

انگریزی تعلیم کا ثبوت ((اطلبوا العلم ولو بالصین)) سے نکالا ہے اور استدلال اس طرح کیا کہ حضور ﷺ نے چین سے بھی طلبِ علم کا امر فرمایا ہے حالانکہ وہاں اس وقت علمِ دین بالکل نہ تھا، محض مصنوعات کا علم تھا معلوم ہوا کہ یہ علم بھی شرعاً مطلوب ہے۔

حدیث کی تحقیق و معنی

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو حدیث ثابت نہیں محدثین نے اس کو ضعیف بلکہ بعض نے بے اصل کہا ہے۔(قال السخاویؒ فی المقاصد بوجهین عن انس وهو ضعیف من الوجهین بل قال ابن حبان انه باطل لا اصل له)(۱)

دوسرے اگر بطریق تنزل(۲) اس کو مان بھی لیا جائے تو خود اس حدیث ہی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اس میں ایسے علم کی تحصیل کا ذکر فرمارہے ہیں جو چین میں نہ تھا کیونکہ کہ اس میں لفظ ''ولـــو'' ہے جو کہ لغۃً فرض و تقدیر(۳) کے لئے ہے اور فرض معدومات کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ موجودات کو فرض نہیں کیا جاتا۔ اب تو اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ ایسے علم کی تاکید فرمارہے ہیں جو چین میں اس وقت مفقود تھا اور بطورِ فرض کے فرمارہے ہیں کہ اگرچہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو اور وہ علم دین ہے نہ کہ علم مصنوعات۔

اسی طرح اگر ان لوگوں کو اس آیت کی تفسیر میں بھی نظر پڑجاتی تو وہ ((اطلبوا العلم ولو بالصین)) کی طرح اس آیت سے بھی علم مصنوعات پر

---

(۱) الموضوعات لابن الجوزیؒ :ص۳۰ (۲) اگر بالفرض اس کو مان بھی لیں (۳) جس کا مطلب یہ ہے کہ ''اگر بالفرض'' اور یہ لفظ اس کے لئے بولا جاتا ہے جو موجود نہ ہو موجود کے لئے نہیں بولا جاتا۔

استدلال کرنے لگتے اور اگر ﴿ سٰٓئحٰت ﴾ پر نظر پہنچ جاتی تو وہ عورتوں کے لئے بھی سیاحت امریکہ اور سیاحت لندن کو ثابت کرنے لگتے کیونکہ جو لوگ عبدالدینار و عبدالدرہم (۱) ہیں ان کو ہر جگہ دنیا ہی سوجھتی ہے جیسے کسی نے ایک بھوکے سے کہا تھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟ کہا چار روٹیاں۔

حصولِ دین کے لئے سفر

حالانکہ مطلق سفر مقاصدِ شرعیہ سے نہیں بلکہ سفر کے متعلق تو ایک حدیث میں یہ آتا ہے ((السفر قطعة من العذاب فاذا قضٰی احدکم نهمته فلیعجل الرجوع الی اهله))(۲) ''سفر جہنم کا ٹکڑا ہے' جب کام ہو چکے' جلدی سے اپنے گھر لوٹ آؤ''

ہاں جو سفر دین کے واسطے ہو جیسے حج اور طلب علم و جہاد وغیرہ تو وہ البتہ مشروع (۳) ہے اور لغت میں بھی لفظ سیاحت مطلق سفر کے لئے موضوع نہیں بلکہ سیاحت کے معنٰی ہیں ''الذهاب فی الارض للعبادة والسائح الصائم الملازم للمسجد'' (۴) کذا فی القاموس پس سٰئحٰت یا سٰئحون سے مطلق سفر کی فضیلت ثابت نہیں کی جا سکتی۔

پس سلف نے خوب سمجھا ہے السٰئحون اور سٰئحت کی تفسیر سیاحت سے بھی کی تو اس میں عبادت کی قید بڑھا دی کہ اگر سفر ہو تو طلب علم کے لئے ہو یا حج کے لئے یا جہاد کے لئے اور حدیث میں بھی تو ہے۔((سیاحة امتی الجهاد فی سبیل الله))(۵)

---

(۱) جو لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں (۲) الاداب الشرعیۃ: ۳/۴۳۵ (۳) شریعت میں اس کا حکم دیا گیا ہے (۴) سیاحت کے معنی ہیں زمین میں عبادت کے لئے سفر کرنا سائح اس شخص کو کہتے ہیں جو مسجد میں عبادت کے لئے ٹھہرے (۵) میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مطلق سیاحت وسفر اس امت کی عبادت نہیں جب تک اس کو عبادت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

حقیقی سفر

اب میں اس تفصیل کے بعد قصر مسافت (۱) کرتا ہوں کہ ﴿سٓئحٰت﴾ کی تفسیر یا سیاحت سے یا صوم سے اور راجح معنی صوم کے ہیں مگر دونوں میں وجہ اشتراک یہ ہے کہ سیاحت میں بھی بعض دفعہ کھانے پینے کو نہیں ملتا کیونکہ سیاح کا مقصود کوئی خاص مقام نہیں ہوتا وہ تو ویسے ہی مارا مارا پھرا کرتا ہے اور اس کا یہ حال ہوتا ہے ۔

دست از طلب نہ دارم تا کام من برآید یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید (۲)

اور یہ حالت لندن اور پیرس کے سفر میں کہاں جس میں کھانے پینے کے لئے صدہا قسم کے سامان ساتھ ہوتے ہیں کہیں سوڈا کہیں برف' یہ حالت صرف اسی سفر میں ہوتی ہے جو خدا کے لئے ہو جیسے جہاد کا سفر یا طالب علم کا سفر یا حج کا سفر۔

سفرِ حج کی تڑپ

اس پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی' اس سے سیاحت الدین کی شان معلوم ہوگی' ایک قاری صاحب جو ریاست رام پور کے رہنے والے تھے ان کو حج کا شوق ہوا اس وقت ان کے پاس ایک روپیہ چار آنے تھے بس اسی طرح انہوں نے حج کا ارادہ کرلیا ایک روپے کے تو چنے بھنوائے اور چار آنے کا ایک تھیلا سلوالیا جس میں وہ چنے بھر لئے اور پیادہ (۳) پا چل کھڑے ہوئے' دن کو روزہ رکھتے' راستہ میں اگر

---

(۱) مختصر بات کرتا ہوں (۲) اپنی طلب سے ہاتھ نہیں کھینچونگا تاوقتیکہ میں محبوب و مطلوب تک پہنچ جاؤں یا میری جان چلی جائے (۳) پیدل حج کے لئے روانہ ہوئے۔

بلا طلب کھانا مل گیا تو کھالیا ورنہ ایک مٹھی چنے کھالئے اور پانی پی لیا‘ اسی طرح وہ کئی مہینے میں بمبئی پہنچے واقعی یہ سیاحت ہے جو ملحق باالصوم (۱) ہے۔

اب بمبئی سے آگے دریا تھا اس میں تو چلنا مشکل تھا اور جہاز میں سوار ہونے کے لئے ٹکٹ کے دام (۲) چاہئیں اور ان کے پاس دام کہاں‘ جب حاجی جہاز پر سوار ہونے لگے تو یہ بھی جہاز میں پہنچے اور کپتان سے کہا کہ مجھے بھی جہاز میں نوکری کی ضرورت ہے اس نے ان کی صورت عالمانہ اور بزرگانہ دیکھی تو عذر کردیا کہ آپ کی شان کے لائق میرے پاس کوئی ملازمت نہیں وہ صورت سے سمجھ گیا کہ یہ کوئی نیک اور بزرگ آدمی ہیں ۔

نورِ حق ظاہر بود اندرولی　　نیک بیں باشی اگر اہل ولی

کسی نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور　　کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

قاری صاحب نے فرمایا کہ آپ لائق اور غیر لائق سے بحث نہ کیجئے جو نوکری بھی ہو کیسی ہی ذلیل ہو میں کرلوں گا۔ کیونکہ نوکری مقصود تھوڑا ہی تھی جہاز میں سوار ہو کر مکہ پہنچنا مقصود تھا۔ کپتان نے کہا کہ آپ سے وہ نوکری نہ ہو سکے گی۔ کہا تم بتلاؤ تو ایسی وہ کیا نوکری ہے؟ کہا میرے پاس صرف بھنگی کی نوکری خالی ہے۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے کپتان بڑا حیران ہوا کہ یہ فرشتہ صورت آدمی یہ کام کیسے کرے گا۔ اس نے قاری صاحب کو عاجز کرنے کے لئے کہ اس کے ساتھ ایک کام مشقت کا بھی ہے تم سے نہ ہو سکے گا۔ اگر تم کو اسی پر اصرار ہے تو اچھا یہ بورا اٹھاؤ۔ وہاں دو اڑھائی من کا ایک بورا پڑا ہوا تھا۔ قاری صاحب اس

(۱) صحیح معنی میں یہ ہے سیاحت جس میں روزہ کے معنی بھی پائے جا رہے ہیں (۲) پیسے۔

کی طرف چلے اور بسم اللہ کہہ کر ہاتھ لگایا اور حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہاں تک تو میرا کام تھا میں نے کر دیا اب آپ کا کام ہے میری امداد فرمایئے اور دعا کر کے جو اٹھایا ہے تو سر سے اوپر لے گئے اور پھر رکھ دیا' کپتان نے کمر تھپکی اور کہا شاباش شاباش! اچھا ہم نے تم کو ملازم کر لیا' اس کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس دبلے پتلے کمزور آدمی نے اتنا بڑا بورا کیونکر اٹھالیا۔ یہ محض حق تعالیٰ کی امداد تھی ورنہ یہ بیچارے مجاہدے ریاضتیں کرنے والے اور مہینوں کا رستہ پیدل طے کئے ہوئے کب اتنا بوجھ اٹھا سکتے تھے۔

اس وقت اور بھی دو غریب آدمی جو حج کے متمنی تھے کھڑے تھے انہوں نے بھی کپتان سے کہا کہ ہم کو بھی کوئی ملازمت جہاز کی دے دیجئے اس نے کہا کہ یہی بھنگی کی ملازمت تم کو بھی مل سکتی ہے۔ وہ اس کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو قاری صاحب نے فرمایا کہ ارے اللہ کے بندوں حج سے کیوں محروم رہتے ہو' اگر تم کو اس کام سے عار آتی ہے تو تم یہ نوکری منظور کر لو تمہارا کام بھی میں ہی کر دیا کروں گا۔ چنانچہ کئی آدمیوں کا کام اپنے سر لے لیا اور اب یہ حالت ہوئی کہ روزانہ جہاز کے پاخانوں کو کماتے[1] اور دھوتے تھے۔ ہائے ؎

ایں چنیں شیخے گدائے کو بہ کو عشق آمد لا ابالی فاتقوا

یہ عشق کی نیرنگیاں ہیں اس کا کچھ ضابطہ نہیں ہے ؎

عشق را نازم کہ یوسف را ببازار آورد ہمچو صنعا زاہدے رازیر زنّار آورد

پس اس کا ایک ضابطہ تو رہ جاتا ہے کہ شرعی حدود پر رہے باقی سب رخصت ہے اگر کوئی عاشق مجذوب ہو گیا تو اس کے لئے یہ ضابطہ بھی نہیں رہتا۔

(۱) پاخانوں کی صفائی کرتے اور دھوتے۔

قاری صاحب دن کو یہ کام کرتے، نمازوں کے وقت دوسرے کپڑے غسل کر کے پہن لیتے اور رات کو تہجد میں قرآن خوش الحانی سے پڑھتے ایک دفعہ کپتان بھی رات کو قاری صاحب کے پاس سے گزرا۔ ان کا قرآن سن کر کھڑا ہو گیا اور سنتا رہا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا، کہ تم یہ کیا پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کہ یہ ہمارے خدا کا کلام ہے۔ کپتان بولا کہ ہم کو بھی سکھلاؤ ہم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اس کے پڑھنے کے لئے پاک ہونا شرط ہے۔ اس نے کہا ہم نہالیں گے قاری صاحب نے فرمایا وہ پاکی نہانے سے نہیں ہوتی۔ اس کے لئے ایک کلمہ پڑھنا پڑتا ہے، اس سے وہ پاکی ہوتی ہے، کہا ہاں ہم سب کچھ کریں گے۔

چنانچہ قاری صاحب نے اس کو غسل کرا دیا اور غسل کے بعد کلمہ پڑھایا پھر چند سورتیں چھوٹی چھوٹی سکھلائیں۔ وہ کپتان ہر وقت کلمہ یا سورتیں پڑھتا پھرتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے جو اس کو کلمہ اور قرآن پڑھتے ہوئے سنا، کہا یہ تم کیا پڑھتے ہو، کہا یہ خدا کا کلام ہے ہم کو اچھا معلوم ہوا اس لئے پڑھتے ہیں، انگریزوں نے کہا تم اس سے مسلمان ہو گئے کہا نہیں نہیں ہم مسلمان نہیں ہوا انگریزوں نے کہا اس کے پڑھنے سے تو آدمی مسلمان ہو جاتا ہے کہا اچھا ہم اپنے بھنگی سے پوچھ کر آتے ہیں۔

وہ قاری صاحب کے پاس آیا اور کہا کیا ہم مسلمان ہو گیا ہے؟ فرمایا تم کو آج خبر ہوئی تم تو کئی دن ہوئے مسلمان ہو گئے۔ یہ سن کر اول تو اس کو تحیر سا ہوا پھر قرآن کی نورانیت نے اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ کچھ پروا نہیں۔ اب بس ہم مسلمان ہی رہیں گے۔ مگر اس کلام کو نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی میم سے بھی کہہ دیا کہ ہم تو مسلمان ہو گئے ہیں اگر ہمارے ساتھ رہنا چاہو اسلام قبول کرو ورنہ ہم سے کوئی تعلق نہیں، پھر جب جہاز جدہ کے قریب پہنچا، تو اس کپتان نے بھی اپنے عہدہ سے استعفٰی دے دیا اور قاری صاحب کے ساتھ جا کر حج کیا اور بڑا پکا مسلمان ہو گیا۔

یہ قصہ اس پر یاد آ گیا تھا کہ سیاح کے پاس زادِراہ نہیں ہوا کرتا' وہ تو مارا مارا پھرا کرتا ہے' جیسے یہ قاری صاحب سیاح ہو کر حج کر آئے۔

ایک عاشق کا سفرِ حج

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کو جا رہا تھا۔ ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا کہ بدوں زاد و راحلہ (۱) کے قافلہ کے ساتھ ہے' میں نے پوچھا' صاحبزادے کہاں کا قصد (۲) ہے کہا بیتِ حبیب ﷺ کا۔ میں نے کہا' اور تم نے زاد و راحلہ کچھ بھی ساتھ نہ لیا' تو فوراً جواب دیا۔

وفدت على الكريم بغير زاد　　من الحسنات والقلب السليم (۳)

یہ معنی نہیں کہ اعمال حسنہ بھی ترک کر دیئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعمال کو ادا کر کے ان کو زاد نہ سمجھے ان پر اعتماد نہ کرے۔

فان الزاد اقبح كل شى　　اذا كان الوفود على الكريم (۴)

میں اس جواب سے سمجھا کہ معمولی شخص نہیں بلکہ عاشق ہے۔

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اس لڑکے کو منیٰ میں دیکھا جب کہ سب لوگ قربانیاں کر رہے تھے۔ اس نے حسرت کے ساتھ آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا' یا اللہ! سب لوگ آپ کی جناب میں نذر پیش کر رہے ہیں اور میرے پاس بجز اپنی جان کے کچھ نہیں ہے۔ اگر یہ قبول ہو جائے تو حاضر ہے۔ یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور جان دے دی' عمرو بن دینار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت میں نے ہاتف (۵) کی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے کہ اس قربانی کی بدولت سب کی

(۱) بغیر کھانے پینے کی اشیاء اور ساتھ سواری کے بغیر قافلہ (۲) کہاں کا ارادہ ہے (۳) میں کریم کے دروازے پر بغیر زادراہ لئے نیکیوں اور سلیم قلب کے ساتھ آیا ہوں (۴) اس لئے کہ جب کوئی وفد کسی کریم کے دروازے پر آئے تو اپنا کھانا ساتھ لیکر آنا بہت بری بات ہے (۵) غیب سے آواز دینے والا فرشتہ۔

قربانیاں اس سال قبول ہوگئیں اور اس کے حج کی بدولت سب کا حج قبول ہوگیا۔

خیر یہ مضمون بیچ میں استطر اداً(۱) آگیا تھا جس کو مضمون مقصود سے زیادہ تعلق نہ تھا مگر کچھ مضائقہ نہیں اس کی بھی ضرورت تھی کیونکہ اب حج کا بھی موقع آرہا ہے۔

سراپا انعامات

بہرحال بعض علماء نے جو سائح کی تفسیر سیاحت کنندہ سے کی ہے انہوں نے سیاحت کرنے والے کوتشبیہاً بالصائم سائح کہہ (۲) دیا ہے۔ صائم کو سیاحت کرنے والے کے ساتھ تشبیہہ دے کر سائح نہیں کہا گیا' پس اصل تفسیر ﴿سٰئِحٰت﴾ کی صائمات ہے اور قول جمہور دلیل مستقل ہے کہ اکثر علماء مفسرین نے ﴿سٰئِحٰت﴾ کی تفسیر یہی کی ہے جب یہ معلوم ہوگیا کہ ﴿سٰئِحٰت﴾ کی تفسیر روزہ رکھنے والیاں ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ روزہ بڑی عبادت ہے کیونکہ تخصیص بعد تعمیم اہتمام (۳) کے لئے ہوتی ہے تو حالانکہ ﴿مسلمٰت﴾ اور ﴿عٰبدٰت﴾ میں روزہ بھی داخل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اہتمام کے ساتھ الگ بیان فرمایا ہے جس سے اس کی خاص عظمت وفضیلت معلوم ہوئی کہ یہ بہت بڑی عبادت ہے مگر اس سے ناز نہ کرنا کہ ہم نے بڑا کام کیا بلکہ حق تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ انہوں نے ہم سے یہ کام لے لیا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی منت شناش از و کہ بخدمت بداشتت (۴)

---

(۱) ضمناً (۲) روزہ دار سے مشابہ ہونے کی وجہ سے سائح کہا ہے (۳) کسی حکم کو عمومی طور پر ذکر کرنے کے بعد خصوصیت سے اسکا ذکر کرنا اس کے اہم ہونے کی دلیل ہے (۴) اس بات کا احسان نہ جتاؤ کہ تم بادشاہ کی خدمت کررہے ہو بلکہ بادشاہ کا احسان مانو کہ اس نے اپنی خدمت کے لئے تمہیں منتخب کرلیا۔

دیکھو! اگر کسی سائیس کو عید کے دن آقا سے آٹھ آنے انعام ملنے کی امید ہو اور اس کو آٹھ ہزار مل جائیں تو وہ ناز کرے گا یا حیا سے گڑ جائے گا کہ مجھ نالائق پر ایسا انعام۔ اسی طرح آپ اس پر ناز نہ کیجئے کہ آپ روزہ رکھ رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانیے کہ انہوں نے آپ سے یہ کام لے لیا اور شکر کے طور پر یوں کہیے ؎

تصدق اپنے خدا پہ جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھ کو انشاء
اِدھر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے یہ دم بدم عنایت

حضرت جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں، یہ خود انعام ہے پھر انعام پر انعام کیسا؟ انعام تو عمل پر ہوا کرتا ہے اور یہاں خود یہ اعمال ہی سراپا انعامات ہیں ورنہ ہم کس قابل تھے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اس کو شیخ فرماتے ہیں ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی منت شناس از وکہ بخدمت بداشتت

سہولتِ صوم

اس وقت بیان سے ایک مقصود تو فضیلتِ صوم تھی جو مختصراً بیان ہوگئی۔ دوسرا مقصود سہولتِ صوم کا بیان ہے جس کا بیان اس جمعہ کے وعظ میں بھی ہو چکا ہے مگر بعض باتیں اس وقت بیان نہ ہوئی تھیں وہ اب بیان کروں گا۔ گویا یہ اس کا تتمہ ہوگا۔ اس لئے اہل مطابع کو بھی مناسب ہے کہ ان دونوں کو ایک ساتھ ہی طبع کیا جائے۔

اب سنیئے کہ اس آیت سے بھی ایک وجہ سہولتِ صوم (۱) کی معلوم ہوتی ہے مگر اس کے لئے ایک مقدمہ سمجھنے کی ضرورت ہے

(۱) روزے میں سہولت معلوم ہوتی ہے۔

اقتران بالذکر کا فائدہ

وہ یہ کہ اقتران بالذکر (۱) فضول نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اس سے بھی کچھ فائدہ مقصود ہوتا ہے۔ جب دو چیزوں کو ذکر میں مقترن کیا جاتا ہے' تو ان دونوں میں کچھ تعلق وارتباط ومناسبت ومشابہت ضرور ہوتی ہے (۲) جس کی دلیل دو حدیثیں ہیں۔

ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (۳) کی تفسیر میں فرمایا ہے ((عدلت شهادة الزور بالشرك بالله)) کہ جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر کردی گئی۔ حالانکہ آیت میں محض اقتران ذکری ہے اس کے سوا تسویہ پر کوئی امر بظاہر دال نہیں۔

دوسرے جس وقت حضور ﷺ نے صفا ومروہ کے درمیان سعی فرمائی ہے' تو یہ آیت پڑھی ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (۴) پھر ارشاد فرمایا ((ابدأ بما بدأ الله)) پھر یہاں بھی محض ترتیب ذکری کی وجہ سے صفا کو مروہ پر مقدّم فرمایا۔ اور خود ہمارے محاورات میں بھی یہ بات ہے کہ جب کوئی ایسی دو چیزوں کو ذکر میں مقترن کریں جن میں باہم ارتباط نہ ہو یوں کہتے ہیں کہ اس میں اور اس میں کیا جوڑ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقتران فی الذکر فضول نہیں ہوا کرتا بلکہ اس سے مقترنین میں مناسبت وتعلق پر دلالت ہوتی ہے۔

---

(۱) دو چیزوں کو اکٹھے ذکر کرنا بیکار نہیں ہوتا (۲) جب دو چیزوں کو ملا کر ذکر کیا جائے تو ان میں باہم مناسبت اور خاص تعلق ضرور ہوتا ہے (۳) ''تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو'' (سورۂ حج: ۳۰) (۴) ''تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار خداوندی ہیں'' (سورۂ بقرہ: ۱۵۸)

روزہ میں سہولت کیونکر ہے

اب سمجھئے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے ﴿ سٰئِحٰتٍ ﴾ کو جس کی تفسیر ابھی معلوم ہوچکی ہے کہ اس کے معنی روزہ رکھنے والیوں کے ہیں مقرون کیا ہے ﴿ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ﴾ کے ساتھ۔ جو صفاتِ غیر اختیاریہ ہیں اور صفات غیر اختیاریہ سب سے زیادہ سہل ہیں کیونکہ ان میں کچھ بھی کرنا نہیں پڑتا۔ حتی کہ ارادہ واختیار کو بھی صرف کرنا نہیں پڑتا بلکہ وہ بدوں ارادہ واختیار کے خودبخود ثابت ہیں اور اوپر ابھی معلوم ہوا کہ اقتران حکمت سے خالی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ صفت صوم کو صفاتِ غیر اختیاریہ سے مقرون کرنے میں بھی کچھ حکمت ہے۔ اور وہ حکمت میرے نزدیک یہی ہے کہ صوم بھی مثل صفاتِ غیر اختیاریہ کے سہل ہے کہ اس میں بھی کچھ فعل وجودی کرنا نہیں پڑتا۔ پس اس آیت سے سہولتِ صوم پر عجیب طرز سے دلالت ہے۔

کنواری اور بیوہ کے اختیارِ نکاح کی تحقیق

رہا یہ کہ یہ صفات غیر اختیاریہ کیسے ہیں تو سنیئے کہ ثیوبت (۱) تو اس لئے غیر اختیاری ہے کہ لغت میں ثیوبت بکارت (۲) کے مقابل ہے۔ اور شرعاً ثیب وہ ہے جو صاحبِ زوج ہوچکی ہے پھر اس سے فرقت ہوگئی ہے بوجہ طلاق یا موت کے اور بکر (۳) وہ ہے جو ابھی تک صاحبِ زوج نہیں ہوئی۔ پس ثیوبت کے مفہوم میں دو جز ہیں۔ ایک صاحبِ زوج ہونا جو نکاح پر موقوف ہے۔ اور نکاح گو بعض صورتوں میں حقیقتاً عورت کی طرف منسوب ہوتا ہے مگر اس کی نسبت ایسی ضعیف

---

(۱) شادی شدہ ہونا (۲) شادی شدہ ہونا غیر شادی شدہ ہونے کے مقابل ہے (۳) غیر شادی شدہ۔

ہے کہ گویا بمنزلہ عدم کے ہے اور اس بنا پر اگر کوئی یوں کہنے لگے کہ عورت خود اپنا نکاح نہیں کرتی بلکہ اس کا نکاح ولی کرتا ہے تو یہ بات غلط نہیں۔ کیونکہ اگر وہ صغیرہ ہے تب تو ظاہر ہیکہ اس کا نکاح میں کچھ بھی دخل نہیں اور اگر بالغہ ہے تو نکاح اول میں جو کہ ثیوبت کے لئے جزو ہے اس کا لزوم تعلق شرعًا معدوم ہے۔ صرف اس کا سکوت ہی اذن قرار (۱) دیا گیا اور اس بنا پر گو بوجہ اس کے کہ اس کو اتنا اختیار تھا کہ انکار کردیتی اس کے سکوت کو نکاح کا سبب اختیار ہی کہا جاوے گا۔ لیکن پھر بھی یہ اختیار عادت طبعیہ کے اعتبار سے مثل عدم اختیار ہی کے ہے یہ تو جز اول کی حالت پڑ اور دوسرا جزو یہ ہے کہ نکاح کے بعد فرقت ہوجائے۔ یہ تو بالکل ہی عورت کے اختیار میں نہیں کیونکہ فرقت اگر طلاق سے ہے تو وہ زوج (۲) کے اختیار میں ہے عورت کا اس میں کچھ اختیار نہیں اور موت سے ہے تو یہ کسی کے بھی اختیار میں نہیں اور جن صورتوں میں عورت کو طلب فرقت کا اختیار بھی ہے وہاں قضاءِ قاضی شرط (۳) ہے یا متارکت زوج (۴) ضروری ہے تو وہاں بھی فرقت عورت کے اختیار میں نہ ہوئی بلکہ زوج ہی کے اختیار میں ہوئی۔ کیونکہ جہاں قضاءِ قاضی سے فرقت ہوسکتی ہے ان صورتوں میں قاضی زوج (۵) کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ رہی ردّت (۶) وہ ناگوار و مکروہ اور مسلمان کی شان سے بعید و مستنکر (۷) ہے۔ اس کے اعتداد (۸) کی کوئی وجہ نہیں۔ پس ثیوبت کو اگر اپنے جزو اول کے اعتبار سے

---

(۱) کنواری عورت کا بوقت نکاح پوچھنے پر خاموش رہنا ہی اجازتِ نکاح ہے (۲) شوہر (۳) بذریعہ خلع عورت کو علیحدگی کا اختیار ہے مگر اس میں بھی قاضی کے فیصلے پر انحصار ہے (۴) شوہر کا چھوڑ دینا (۵) قاضی شوہر کے قائم مقام ہوتا ہے (۶) مرتد ہوجانا (۷) ناپسندیدہ (۸) اس کو شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

من کل الوجوہ غیر اختیاری تسلیم نہ بھی کیا جائے تب جزو ثانی کے اعتبار سے تو یقیناً غیر اختیاری ہے کہ اس صفت کا ثبوت عورت میں بدوں اس کے اختیار کے ہوجاتا ہے۔ تو جزو اخیر ثیوبت کی علّت تامہ کا ہر حال میں غیر اختیاری رہا، اگر مجموعۂ اجزاء پر نظر کی جائے تب بھی مجموعہ اختیاری و غیر اختیاری کا غیر اختیاری ہوتا ہے تو ثیوبت غیر اختیاری ہی رہی۔ اور بکارت کا غیر اختیاری ہونا تو ظاہر ہے۔

روزہ امر طبعی ہے

پس ﴿سٰئِحٰت﴾ کو ﴿ثَيِّبٰتٍ و ابكارًا﴾ کے ساتھ مقرون (۱) کرنا بتلارہا ہے کہ صوم مثل امورِ طبعیہ کے سہل ہے اور واقعی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صوم امر طبعی ہے کیونکہ امر طبعی وہ ہے جس کے لئے قصد وارادہ کی ضرورت نہ ہو اور ظاہر ہے کہ کھانے پینے کے لئے تو قصد وارادہ کی ضرورت ہے اور نہ کھانے اور نہ پینے کے لئے قصد وارادہ کی کیا ضرورت ہے۔ کچھ بھی نہیں ہم گھنٹوں بدوں کھانے پینے کے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اس وقت اس حالت پر التفات بھی نہیں ہوتا کہ ہم اس وقت کھاتے پیتے نہیں ہیں۔

دوسرے یہ بھی ظاہر ہے کہ انسان کے زیادہ تر اوقات نہ کھانے اور نہ پینے ہی کے ہیں۔ کھانے پینے کے تو چند اوقات معین ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نہ کھانا نہ پینا امر اصلی ہے۔ اگر کھانا پینا امر اصلی ہوتا تو اس کے اوقات زیادہ ہوتے مگر واقعہ اس کے خلاف ہے اور اصلی میں اصل سہولت ہے۔

---

(۱) روزہ دار ہونے کی صفت کو ثیبہ اور باکرہ ہونے کی صفت کے ساتھ ملا کر ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک امر طبعی اور آسان ہے۔

شبہ کا جواب

رہا یہ شبہ کہ نہ کھانے پینے کی حالت میں جو التفات شراب و طعام کی طرف نہیں ہوتا تو یہ اسی وقت تک ہے جب تک بھوک نہ لگے اور جب بھوک لگتی ہے تو خاص التفات ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو بھوک میں بھی طعام وشراب (۱) کی طرف التفات بیکاری کی حالت میں ہوتا ہے اور اگر کسی کام میں لگ جائے تو کھانے پینے کی تو کیا بھوک کی خبر نہیں ہوتی۔ چنانچہ بہت واقعات ایسے ہو چکے ہیں اور کم وبیش ہر شخص کو اس کا تجربہ ہوتا ہوگا اور اگر مان بھی لیا جائے کہ بھوک میں طعام وشراب کی طرف التفات ہوتا ہے تو اس کا تو انکار ہی نہیں ہوسکتا کہ یہ ایک عارض کی وجہ سے ہے اب معدہ ان رطوبات اصلیہ کے ہضم کی طرف متوجہ ہوگیا جس سے تکلیف ہوتی ہے جب یہ عارض مرتفع ہوجائے گا التفات بھی جاتا رہے گا۔

اور شبہ کا جواب

اب یہاں سے میں ایک اور شبہ کا جواب دینا چاہتا ہوں جس کا جواب دینا جمعہ کو بھول گیا تھا۔ وہ یہ کہ نہ کھانا اور نہ پینا اگر آسان ہے تو کسی کو مہینہ بھر تک بھوکا رکھ کر دیکھا جائے۔ معلوم ہوجائے گا کہ نہ کھانا کیوں کر آسان ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عدم اکل (۲) کی حقیقت فی نفسہٖ دشوار نہیں بہت سے بہت آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ استداد عدم اکل دشوار ہے (۳) تو یہ دشواری استداد عارض (۴) سے ہوگئی نہ کہ حقیقت عدم اکل سے اور شریعت نے جو عدمِ اکل و

(۱) کھانے پینے کی طرف توجہ (۲) نہ کھانے کی حقیقت اپنی ذات کے اعتبار سے مشکل نہیں (۳) طویل مدت تک نہ کھانا مشکل ہے (۴) ایک عارض کے ملنے سے یہ مشکل پیش آئی۔

شرب کی حد مقرر کی ہے وہ ممتد نہیں (۱) ہے اس لئے صوم کچھ دشوار نہیں ہے، پس اب سب اشکالات رفع ہو گئے اور سہولت صوم کا دعویٰ بے غبار ہو گیا۔

عورتوں کے لئے روزہ رکھنا آسان ہے

پھر اقتران ﴿سٰئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْکَارًا﴾ (۲) علاوہ خصوصیت مقام سے اس سہولت میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔ وہ یہ کہ اس جگہ عورتوں کے روزے کا ذکر ہے اور عورتوں کو طبعاً بھی روزہ اس لئے آسان ہے کہ ان میں رطوبت و برودت زیادہ غالب ہوتی ہے۔ ہاں کوئی ضعیف ونحیف (۳) ہو تو اور بات ہے ورنہ عام طور سے مزاج عورتوں کا رطب و بارد (۴) ہے اور ایسے مزاج والے کو روزہ دشوار نہیں ہوتا۔ روزہ حار و یابس (۵) مزاج والے کو زیادہ گراں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتیں نماز میں تو سست ہیں مگر روزے میں بچیاں بھی ہمت والی ہیں۔

نیز عورتوں کا طرز عمل بھی بتلاتا ہے کہ ان کو روزہ سہل ہے۔ وہ یہ کہ عورتیں جب کبھی نذر و منّت مانتی ہیں تو زیادہ تر روزہ کی منت مانتی ہیں۔ نماز کی نذر کوئی کرتی ہے کیونکہ نماز اُن پر گراں ہے۔ اس میں پابندیاں بہت ہیں اور افعال اختیاریہ بھی زیادہ ہیں۔

عورتوں کے لئے نماز پڑھنا کیونکر مشکل ہے

پابندی کا تو یہ حال ہے کہ نماز میں بات بھی نہیں کر سکتے۔ گو ہمارے ہاں ایک بڑھیا ہے وہ تو نماز میں بولتی رہتی ہے مگر یہاں بڑھیا (۶) عورتوں کا ذکر ہے

(۱) شریعت نے جو نہ کھانے کی حد مقرر کی ہے وہ صبح صادق سے غروب تک ہے جو بہت لمبی نہیں ہے اس لئے مشکل بھی نہیں (۲) مذکورہ تینوں صفتوں کو ملا کر ذکر کرنے سے ایک فائدہ اور حاصل ہوا (۳) کمزور و ناتواں (۴) عورتوں کا مزاج تر اور ٹھنڈا ہے (۵) گرم اور خشک مزاج والوں کے لئے روزہ مشکل ہے (۶) عمدہ عورتوں کا تذکرہ ہے۔

جو سمجھ دار ہیں اور وہ بڑھیا تو پاگل ہے اور یہ خاص پابندی عورتوں پر سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ ان کو بولنے اور باتیں کرنے کا زیادہ شوق ہوتا ہے اور نماز میں افعال اختیاریہ زیادہ اسی طرح ہیں کہ کہیں قرأت ہے کہیں ذکر کبھی قیام ہے، کبھی قعود، کبھی رکوع ہے، کبھی سجود اور روزہ میں نہ کچھ پابندی ہے نہ کچھ کام کرنا پڑتا ہے۔ ہر طرح آزادی ہے۔ جدھر چاہو دیکھو، جہاں چاہو چلو پھرو، چاہے باتیں کرو، چاہے سورہو، روزہ ہر حالت میں موجود ہے مگر نماز میں ان سب پابندیوں کے ساتھ ایک آزادی ایسی ہے جو کسی عبادت میں بھی نہیں۔ وہ یہ کہ نماز کی حالت میں انسان مخلوق کی تعظیم بجالانے سے آزاد ہوجاتا ہے۔ اگر ایک ادنیٰ سپاہی بھی نماز میں ہو اور بادشاہ وقت اس کے پاس سے گزر جائے تو وہ کبھی عدم تعظیم کا شاکی (۱) نہ ہوگا۔ گو کافر ہی بادشاہ کیوں نہ ہو بشرطیکہ وہ نماز کی حقیقت سے واقف ہو۔ روزہ میں یہ بات نہیں ہے روزہ میں تو آپ کو اپنے پاس آنے والے مہمانوں کی خاطر تواضع، تعظیم وتکریم سب ہی کچھ کرنا پڑے گا۔

خلوت درانجمن

مجھے اپنے پھوپا کے بھائی مولوی ظہیر الدین مرحوم کا قصہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی وہ درویش آدمی تھے اور ایسے آدمی کو مخلوق کے اختلاط سے تکلیف ہوتی ہے۔ تو انہوں نے گوشہ نشینی کی یہ صورت اختیار کی کہ اپنی بیٹھک میں رہتے اور ہر وقت نماز پڑھتے رہتے ۔ یہ خلوت درانجمن (۱) تھی۔ اس حالت میں بھی کوئی ان سے ملنے آجاتا تو نماز کا سلام پھیر کر وہ ایک دوبات کرلیتے تھے اور بقدرِ ضرورت بات کرکے پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کردیتے۔ اس طرح سے جلوت

(۱) عزت نہ کرنے کا گلہ نہیں کریگا (۲) خلوت میں تنہاء بھی تھے اور سب میں ظاہر ملے جلے بھی تھے۔

میں بھی خلوت ہوگئی تھی۔ ورنہ اگر خلوت کی یہ صورت اختیار کرتے کہ جنگل میں چلے جاتے یا گھر کے کواڑ بند کر لیتے تو اس سے شہرت ہوجاتی اور شہرت کے بعد انسان کو چین نہیں ملتا۔ لوگ خواہ مخواہ آ کر گھیر لیتے ہیں جن سے بدخلقی بھی نہیں کی جاسکتی۔ بس یہ ترکیب بہت اچھی تھی کہ نماز کی کثرت کرتے تھے۔ اس سے نہ تو شہرت ہوئی نہ خلوت فوت ہوئی۔ مولانا اسی کو فرماتے ہیں۔

گر گریزی بر امید راحتے ہم از آنجا پیشت آید آفتے (۱)

ہیچ کنجے بے دود بے دام نیست جز بخلوت گاہ حق آرام نیست (۲)

''خلوت گاہِ حق'' سے یہ مراد نہیں کہ حجرہ میں بند ہوکر رہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ خلوت در انجمن کرو۔ جس کے لئے نماز کی ترکیب سب سے زیادہ بہتر ہے کہ اس میں کوئی کچھ شکایت ہی نہیں کرسکتا۔ وظیفہ میں مشغول رہنے سے بھی آرام نہیں مل سکتا۔

چنانچہ میں ایک بار نماز کے بعد وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ ایک صاحب پیچھے سے آئے اور میرا کندھا پکڑ کے مصافحہ کا مطالبہ کیا۔ اور اگر کوئی یوں چاہے کہ آنکھیں بند کرکے سونے کا بہانہ کرکے پڑ رہو (۳) تو اسی طرح بھی چین نہیں مل سکتا۔

لوگوں کی بے اعتدالیاں

ایک دفعہ میں سیوہارہ گیا تھا، گرمی کا موسم تھا، رات کو سفر کیا تھا صبح نیند کا غلبہ ہوا۔ ایک تخلیہ (۴) کے مکان میں سونے کے قصد سے جا لیٹا۔ ایک صاحب جو حج کو جاتے تھے ملنے کے لئے آئے اور بلند آواز سے کہا، السلام علیکم، اس وقت مجھے کچھ کچھ نیند آچلی تھی مگر ان کے سلام سے نیند کافور ہوگئی میں جاگ تو گیا مگر میں

(۱) اگر راحت کے خیال سے ملنے جلنے سے گریز کروگے تو اس صورت میں بھی کسی مشکل میں گرفتار ہوگے (۲) کوئی کونا محفوظ نہیں سوائے اس صورت کے کہ آدمی تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرے (۳) لیٹے رہو (۴) تنہائی کی جگہ سونے کی نیت سے لیٹ گیا۔

نے قصداً آنکھیں نہ کھولیں۔ اور ویسے ہی آنکھیں بند کئے پڑا رہا' بعض حاضرین نے ان سے کہا کہ اس وقت آنکھ لگ گئی ہے' آپ تشریف لے جائیں کہنے لگے واہ! ہم حج کو جارہے ہیں ہم تو مصافحہ کر کے جائیں گے۔ اُن ہی میں سے بعض حاضرین احباب نے کہا' بھائی یہ وقت مصافحے کا نہیں مگر انہوں نے ایک نہ مانی' اور اسی حالت میں اپنے ہاتھوں کو میرے ہاتھوں سے رگڑ کر اور اپنے نزدیک مصافحہ کر کے چلتے ہوئے' ان کا تو مصافحہ ہوا مگر میری نیند برباد ہوگئی ؎

لکھ کر ہمارا نام زمین پر مٹادیا ان کا تھا کھیل خاک میں ہم کو ملادیا

پس تجربہ سے معلوم ہوا کہ سونے کی حالت میں بھی مخلوق چین نہیں لینے دیتی۔ مولانا تو یوں فرماتے ہیں ؎

گر گریزی برامید راحتے ہم ازآں جا پیشت آید آفتے (۱)

کیونکہ میں تو راحت ہی کے لئے نیند کی صورت بنا کر لیٹا تھا مگر اُس حالت میں بھی آفت کا سامنا ہوا۔ بس ان آفات سے نجات نماز ہی میں مل سکتی ہے۔ تو نماز میں گو داخلی پابندیاں ہیں مگر مخلوق سے بالکل آزادی ہوجاتی ہے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ نمازی خدا کا غلام ہو کر مخلوق کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے۔ تو یہ آزادی تو نماز میں سب سے زیادہ ہے

نماز روزہ کا فرق

باقی دوسری آزادیاں روزہ میں زیادہ ہیں کہ نماز ہنسنے بولنے اور رونے اور پیشاب پاخانہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ روزہ میں ایسی آزادی ہے کہ وہ کسی بات

(۱) اگر راحت و آرام کی غرض سے مشتری ستارے پر بھی چلے جاؤ گے تو وہاں بھی کسی نہ کسی آفت میں گرفتار ہوجاؤ گے۔

سے نہیں ٹوٹتا سوائے اکل و شرب و جماع(۱) کے۔ وہ بھی اس وقت جب کہ عمداً کھایا پیا جائے اور بھول کر کھا پی لے تو کچھ حرج نہیں اور نماز میں عمد و نسیان سب برابر ہیں وہاں جتنے مفسدات ہیں ہر حال میں مفسد ہیں۔

ہاں ایک مولوی صاحب کی مریدنیوں کا مذہب لیا جائے تو پیشاب پاخانہ سے بھی روزہ ٹوٹے گا۔ ان مریدنیوں کی یہ حالت تھی کہ مغرب کی اذان سنتے ہیں اور تو سب کھانے پینے کی طرف دوڑتے اور وہ لوٹا لے کر پاخانہ کی طرف دوڑتیں اوروں کا افطار تو چھوارہ اور پھلکیوں سے ہوتا تھا اور ان کا افطار رفع حاجت سے ہوتا تھا۔ بیچاری دن بھر پیشاب پاخانہ کو دبائے پھرتی تھیں۔ مغرب کے وقت ان کو سب سے پہلے اسی کا اقتضا(۲) ہوتا تھا۔

خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا ورنہ روزہ میں ایسی آزادی ہے کہ وہ کسی کام سے نہیں ٹوٹتا جب تک عمداً اکل و شرب و جماع نہ ہو۔ یہ دوسرا مقصود بالبیان تھا کہ روزہ بہت سہل ہے' اس کی تفصیل جمعہ کے وعظ میں ہو چکی ہے' بعضے اس وقت رہ گئی تھیں وہ اب بیان کر دی گئیں۔

یہ مضمون میں نے اس لئے بیان کیا ہے تا کہ لوگ روزہ کو گراں (۳) نہ سمجھیں کیونکہ بعضے لوگ ایسے موجود ہیں جو روزہ کو گراں سمجھتے ہیں' چنانچہ اسی لئے تو ختم رمضان پر آخری جمعہ کو کہتے ہیں' الوداع الوداع یا شہر رمضان'' کہ اے رمضان رخصت رخصت اور بار بار اس لفظ کا تکرار کرتے ہیں اور جو شخص دو بار یا تین بار کہے رخصت رخصت تو سارے زبان دانوں سے پوچھ لو کہ وہ کیا کہیں گے۔ سب

(۱) سوائے کھانے پینے اور ازدواجی تعلق اختیار کرنے سے کہ اس سے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی باتوں سے نہیں ٹوٹتا (۲) تقاضا ہوتا تھا (۳) بھاری اور مشکل نہ سمجھیں۔

یوں ہی کہیں گے کہ پاپ کاٹ(۱) رہا ہے۔ اگر اس کو حسرت ہوتی تو بار بار رخصت رخصت نہ کہتا بلکہ ایک ہی بار دبی زبان سے رخصت کہتا۔

نیز اگر ان کو رمضان کے جانے کی حسرت ہوتی تو رمضان کے آنے کی خوشی بھی تو ہوتی۔ تو ابتدائے رمضان میں ایک خطبہ "مرحبا مرحبا یا شہر رمضان" کا بھی پڑھنا چاہئیے اور وہاں تکرار مرحبا مفید مسرت ہے یہ محاورہ کے موافق ہے' اور صاحبو! یہ سب زبانی دعوے ہیں ورنہ دلوں کو ٹٹول کر دیکھ لیا جائے کیا ان لوگوں کو رمضان کے جانے کی حسرت ہوتی ہے؟ ہر گز نہیں' آج رمضان کی انتیس تاریخ ہے' نہ معلوم کتنوں کی نیتیں بگڑ رہی ہوں گی کہ کسی طرح آج ہی چاند ہو جائے' خصوصاً یہ سن کر کہ بعض جگہ آج تیس تاریخ ہے۔ مگر وہ وہیں کی تیس ہے' ہمارے یہاں تو آج انتیس ہی ہے اب اس حالت میں کیسے مان لیا جائے کہ ان کو رمضان کے جانے کا رنج ہے اور آنے کی مسرت ہے بلکہ حالت اس کے برعکس ہے کہ رمضان کے آنے سے گرانی ہوتی ہے اور جانے سے خوشی ہوتی ہے' میں اس بیان سے اس کا علاج کرنا چاہتا ہوں کہ روزہ کو گراں نہ سمجھو وہ تو بہت آسان وسہل ہے اس لئے اس کے آنے سے گرانی اور جانے سے فرحت نہ ہونی چاہئیے۔

فرحتِ افطار

ہاں ایک طرح اختتام رمضان شرعاً بھی موجب فرح(۱) ہے کہ اس خیال سے فرح ہو کر الحمدللہ خدا تعالیٰ نے ہم سے یہ کام لے لیا۔

شکر للہ کہ نہ مردیم در سیدیم بدوست   آفریں باد بریں ہمت مردانۂ ما(۲)

---

(۱) مشکل میں گرفتار رہے (۲) خوشی کا باعث ہے (۳) خدا کا شکر ہے کہ میں دوست تک پہنچ ہی گیا راستہ میں مرا نہیں میری اس عالی ہمتی پر مبارک باد ہے۔

چنانچہ اکثر علماء نے حدیث ((لـلـصائم فـرحتان فـرحة عند فطره و فـرحة عند لقاء ربّه))(۱) کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے کہ افطار کے وقت جو فرحت ہوتی ہے وہ اتمام (۲) عمل کی وجہ سے ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام لے لیا اور روزہ تمام آفات سے منزہ ہوکر پورا ہوگیا۔ اور بعض نے فرحتِ افطار کا سبب ظاہری بیان کیا ہے کہ افطار کے وقت زوال جوع اور تناول غذا و شراب سے خوشی ہوتی ہے(۳) اور یہ اختلاف تفسیر اختلاف مذاق پر مبنی (۴) ہے۔ لوگوں کے مذاق مختلف ہیں۔ کسی کو افطار کے وقت کھانے پینے کی خوشی ہوتی ہے اور کسی کو اتمامِ عمل کی۔

اختلافِ مذاق کا فرق

اختلافِ مذاق پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک بادشاہ نے ملک کی چار سمتوں کی چار عورتیں اکٹھی کرکے ان کو داخل محل کیا تھا۔ ایک مشرقی تھی‘ ایک مغربی‘ ایک جنوبی‘ ایک شمالی‘ پھر اس نے سب کی ذہانت ولطافت مزاج کا امتحان کرنا چاہا تو ایک رات صبح کے قریب سب سے پوچھا کہ بتلاؤ اب کیا وقت ہے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ صبح قریب ہے‘ بادشاہ نے ہر ایک سے دلیل پوچھی کہ تم کو محل کے اندر بیٹھے ہوئے کس طرح معلوم ہوا کہ صبح ہوچکی‘ ایک نے جواب دیا کہ میری نتھ کا موتی ٹھنڈا ہوگیا ہے جواہرات صبح کی ہوا سے ٹھنڈے ہوجاتے ہیں‘ دوسری نے کہا کہ شمع کی روشنی دھیمی ہوگئی ہے‘ تیسری نے کہا کہ پان کا مزہ منہ میں بدل گیا ہے‘

(۱)روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور ایک اللہ سے ملاقات کے وقت(صحیح مسلم:۳/۱۵۸) (۲) اعمال کے مکمل ہوجانے کی وجہ سے (۳) بعض نے یہ کہا ہے کہ افطار کے وقت خوشی اس سے ہوتی ہے کہ بھوک مٹے گی اور کھائیں گے پیئیں گے (۴)اس حدیث کی تفسیر میں اختلاف کی وجہ علماء کے مذاق ومزاج کا اختلاف ہے ہر ایک نے اپنے مزاج کے موافق معنی سمجھے۔

چوتھی نے کہا پیشاب آرہا ہے صبح ہی کو پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے' بات ایک ہی تھی مگر اختلاف مذاق کی وجہ سے ہر ایک نے اپنے اپنے مذاق کے موافق وجہ بیان کی۔

اسی طرح فرحتِ صائم کی توجیہات میں اختلاف مذاق سے اختلاف ہوگیا۔ ہم جیسوں نے فرحت دنیویہ پر محمول کیا اور اکابر نے فرحتِ دینیہ پر (۱)

تکمیلِ صوم

اب ایک تیسرا مقصود اور ہے اس کو بیان کر کے میں ختم کردوں گا۔ وہ یہ کہ جس طرح صوم سہل ہے' ایسے ہی تکمیل صوم بھی سہل ہے اور یہ مضمون بھی جمعہ کو بیان سے رہ گیا تھا اور اس کے بیان کی ضرورت اس لئے ہے تاکہ ہم تکمیلِ صوم کی فکر کریں' بہت لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ یہ نہایت اہم ہے۔

حدیث میں ہے: ((من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع شرابه وطعامه)) (۲)

''جو شخص بیہودہ باتیں اور بیہودہ عمل ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہے''۔

اس میں تنبیہ ہے کہ روزہ میں ترک اکل وشرب وغیرہ سے زیادہ ترک محرمات (۳) کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ اکل وشرب و جماع فی نفسہ تو حرام نہیں (۴) بلکہ روزہ کی وجہ سے ایک وقت خاص و حد معین تک ممنوع (۵) ہوگئے ہیں اور قول زور وعمل زور تو فی نفسہ حرام (۶) ہے۔ یعنی جھوٹ' غیبت' زنا' سود'

(۱) ہم نے دنیاوی خوشی پر محمول کیا اکابر نے اخروی خوشی پر محمول کیا (۲) صحیح البخاری: ۲/۶۷۳ (۳) کھانے پینے کے ترک کے ساتھ ان چیزوں کے چھوڑنے کا بھی اہتمام کرنا چاہئے جو پہلے سے حرام ہے (۴) کھانا پینا اور جماع اپنی ذات سے حرام نہیں (۵) ایک خاص وقت یعنی غروب تک منع ہے (۶) جھوٹی بات اور جھوٹا عمل اپنی ذات کے اعتبار سے ہی ممنوع ہے۔

رشوت وغیرہ جب تم نے محرمات کا ارتکاب کرکے روزہ کو ناقص کردیا تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے بھوکے پیاسے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جھوٹ اور غیبت اور سود و رشوت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ نہیں! روزہ تو نہیں ٹوٹتا مگر ان اعمال کے ساتھ جو روزہ ہوتا ہے وہ ایسا روزہ ہے جیسے تم کسی سے کہو کہ فلاں کام کے واسطے ایک آدمی کی ضرورت ہے اور وہ وکیل تمہارے سامنے ایک مضغۂ گوشت (۱) کو لاکر رکھ دے جو نہ حرکت کر سکے نہ کام کر سکے اور جب اس سے کہا جائے کہ میاں یہ کس کو لے آئے تو وہ جواب میں کہے کہ آپ نے آدمی کا کہا تھا اور یہ آدمی ہے کیونکہ حیوان ناطق اُس پر صادق ہے، پس جیسے یہ مضغۃ اللحم معقولی (۲) آدمی تھا مگر کام کا آدمی نہ تھا ایسے ہی آپ کا روزہ محض اصطلاحی روزہ ہوگا مگر کام کا روزہ نہ ہوگا۔

ہمارے روزے کی مثال

اس حالت میں آپ ایسے روزہ دار ہوں گے جیسے ایک نوجوان مولوی صاحب گاؤں میں گئے تھے اور وہاں جاکر وعظ میں بے نمازیوں کی خوب خبر لی کہ بے نمازی آدمی سور اور کتے سے بھی بدتر ہے۔ اس پر گاؤں کے چوہدری خفا ہوگئے اور لاٹھیاں لے کر رات کو مولوی صاحب کے مارنے کو اکٹھے ہوگئے جس شخص کے یہاں مولوی صاحب کا قیام تھا وہ یہ خبر سن کر گھبرایا ہوا آیا اور کہا مولوی صاحب آپ اپنی جان کی خیر مناؤ۔ گاؤں والے آپ کو مارنے کے واسطے آگئے کہا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ نے ان کو سور اور کتا بنایا تھا کہا بس اتنی بات پر خفا ہیں، ان سے

(۱) ہاتھ پاؤں کٹا ہوا آدمی لاکر تمہیں دیدے (۲) جیسے یہ گوشت کا ٹکڑا جو بشکل آدمی ہے عقلاً تو اس کو آدمی ہی کہیں گے لیکن بیکار۔

تو میں نمٹ لوں گا۔ چنانچہ گاؤں والے جب سامنے آئے تو مولوی صاحب نے پوچھا کہ بھائیو! تم کیوں آئے ہو؟ سب نے کہا ہم تم کو ماریں گے کیونکہ تم نے ہم کو سور اور کتے سے بدتر کہا ہے' مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے تم کو سور اور کتے سے بدتر نہیں کہا بلکہ بے نمازیوں کو کہا ہے اور تم تو نمازی ہو' بتلاؤ تم نے کبھی آخر جمعہ کی نماز بھی پڑھی ہے؟ کہا ہاں' کئی دفعہ' پھر پوچھا اور عید بقرعید کی نماز بھی پڑھی ہے؟ کہا یہ تو ہر سال پڑھتے ہیں۔ کہا پھر تم بے نمازی کدھر سے ہوئے تم تو نمازی ہو بے نمازی تو وہ ہے جس نے عمر بھر میں ایک دفعہ بھی نماز نہ پڑھی ہو۔ یہ سن کر گاؤں والے خوش ہو گئے کہ ہم بھی نمازیوں میں داخل ہو گئے۔

تو جیسے یہ لوگ نمازیوں کی فہرست میں داخل ہو کر خوش ہو گئے ایسے ہی ہم اپنے کو روزہ داروں میں شامل سمجھ کر خوش ہیں۔

جدّت پسندوں کا حال

گو گاؤں والوں کی یہ خوشی ایک معنی کر صحیح بھی ہے۔ وہ گو پکے نمازیوں کے سامنے بے نمازی تھے مگر پھر بھی غنیمت تھے کیونکہ یہ عید کے نمازی میرٹھ کے اس مسلمان بیرسٹر سے تو اچھے تھے جس سے عید کے دن مسلمان ملنے گئے تو وہ کہتا ہے کہ ویل آج آپ لوگوں کا عید تھا اس کم بخت کو اس سے بھی عار تھی کہ اسلامی عید کو اپنی طرف منسوب کرے۔

نمازی اور بے نمازی کا امتیاز

تو وہ گاؤں کے عید کے نمازی اس سے بدرجہا بہتر تھے۔ وہ اسلامی عید کو اپنی تو سمجھتے تھے اور سال بھر میں ایک دفعہ تو خدا کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ گو پنج

وقتہ نماز پڑھنے والوں کے اعتبار سے وہ بے نمازی ہی ہیں۔ جیسا کہ پنج وقتہ معمولی نماز پڑھنے والے کامل نماز پڑھنے والوں کے سامنے بے نمازی ہیں۔ جس کو مولانا فرماتے ہیں ۔

پنج وقت آمد نماز اے رہنموں عاشقاں ہم فی صلوٰۃ دائموں (۱)

اس کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ آج کل کے جاہل صوفیوں اور ملحدوں نے سمجھا ہے کہ نماز پنج وقتہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہ تو اہل ظاہر کی نماز ہے عاشقوں کی نماز تو مراقبہ ہے جو ہر وقت ہو سکے۔ یہ مطلب بالکل غلط ہے کیونکہ اس میں نصوص کی تحریف ہے جس سے مولانا بری ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ عام لوگ تو صرف پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں اور عشاق چونکہ ہر وقت ان پانچ وقتوں کی نماز کی فکر میں مشغول رہتے ہیں وہ ہر وقت نماز ہی میں ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے ((من کان فی المسجد ینتظر الصلوۃ فھو فی صلاۃ ما کانت الصلاۃ تحبسه))(۲) کہ منتظر صلوٰۃ نماز ہی میں ہے اور عشاق ہر وقت نماز کے انتظار اور فکر میں رہتے ہیں تو وہ ہر حالت میں نماز ہی کے اندر ہیں اور ظاہر ہے جو ایسا ہوگا وہ پانچ وقت کی نماز کا پابند کیوں نہ ہوگا؟ غرض عشاق کی حالت تو یہ ہے جو حدیث میں ہے ((جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ))(۳) کہ اُن کو نماز ہی میں چین ملتا ہے۔

اس لئے ان کی طبیعت ہر وقت نماز کی طرف راغب و مائل رہتی ہے اور اس کی فکر لگی رہتی ہے کہ کب وقت آئے اور نماز پڑھیں۔ تو ان کاملین کے مقابلہ میں تو ہم اور آپ بے نمازی ہیں اور ہمارے آپ کے سامنے عید کے نمازی بے نمازی ہیں۔

---

(۱) تم تو صرف پانچ وقت نماز پڑھتے ہو اور عشاق تو ہر وقت فکر نماز میں رہتے ہیں یعنی انتظار نماز میں بھی ان کو نماز کا ثواب ملتا ہے (۲) مسند ابی یعلی: ۱۳/۴۶۲ (۳) کنز العمال: ۷/۲۸۷۔

یورپ کی اندھی تقلید کا نقصان

مگر وہ اس بیرسٹر کے سامنے نمازی ہیں جو یوں کہتا تھا کہ آپ لوگوں کا آج عید تھا۔اس نے ایسی انگریزی پڑھی تھی کہ زبان بھی اردو نہ رہی' افسوس انگریزی تو صحیح بولنے کی کوشش کرتے ہیں اوران کی تقلید کرنے والے ان کی رِیس میں اردو بھی غلط بولنے لگے۔

کانپور میں ایک خانساماں کو جو ہندوستانی تھا میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم یہ بات سننا نہیں مانگتا۔ بھلا ان کم بختوں کو کیا ہوا جن کی اردو زبان مادری زبان ہے جو صحیح بولنے پر پوری طرح قادر ہیں' انگریز تو معذور ہیں کہ ان کی زبان غیر ہے مگر وہی تقلید کا شوق جس سے عقلیں مسخ ہورہی ہیں۔

بہر حال تکمیل صوم کی سخت ضرورت ہے ورنہ ہمارا روزہ برائے نام روزہ ہوگا۔ کام کا روزہ نہ ہوگا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ تکمیل صوم بھی بہت سہل ہے کچھ دشوار نہیں۔

تکمیل کے درجے

مگر اول ایک مقدمہ سمجھ لیجئے' وہ یہ کہ تکمیل کے دو درجے ہیں ۔ایک تکمیل ضروری دوسری تکمیل کامل۔

تکمیل ضروری وہ ہے جس سے شے نقصان سے نکل جائے اور اس کو ناقص نہ کہہ سکیں۔ اور تکمیل کامل یہ ہے کہ رفع نقصان کے علاہ اس میں کچھ حسن و خوبی اور پھول پتیاں بھی لگ جائیں۔

جیسے ایک تو حسن ہے جو قبح(۱) کے مقابل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ناک اور نقشہ اچھا ہو اور رنگ نکھرا ہوا ہو' دوسرے زینت کا درجہ ہے کہ علاوہ حسن

(۱) بمقابلہ برائی اور بدصورتی ہے۔

کے لباس اور زیور بھی بہت کچھ ہو' پس تکمیل ضروری تو حسن کا درجہ ہے اور تکمیل کامل زینت و آرائش کا درجہ ہے۔

روزہ کی تکمیلِ ضروری

اب سمجھئے کہ روزہ کی تکمیل ضروری تو کچھ بھی دشوار نہیں بلکہ بہت ہی آسان ہے کیونکہ وہ بھی عدمی (۱) ہے اس میں کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ محرمات کو ترک کردو (۲)۔ غیبت نہ کرو' جھوٹ نہ بولو' لڑائی جھگڑا نہ کرو' نگاہ بد نہ کرو' رشوت نہ لو' سود نہ لو' اور یہ سب عدمیات ہیں پس روزہ کی تکمیل ضروری محض سکوت اور نوم (۳) سے بھی ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے نفلیں پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے یا درود واذکار بجالانے کی ضرورت نہیں' اگر کوئی شخص دن بھر سوتا رہے صرف نماز کے وقت جاگ کر نماز پڑھ لیا کرے تو اس کا روزہ کامل ہوگا ناقص نہ ہوگا۔

فقہاء نے جو کثرتِ نوم کو روزہ میں مکروہ لکھا ہے وہ اس کے لئے ہے جو روزہ کا وقت کاٹنے کے لئے سوئے اور جو محرمات سے بچنے کے لئے سوئے اس کے واسطے کراہت نہیں۔ نیز وہ کراہت اس کے لئے ہے جس کو جاگنے میں ابتلاء محرمات کا اندیشہ نہ ہو اور جس کو یہ اندیشہ ہو کہ میں جاگنے کی حالت میں لڑائی جھگڑے' جھوٹ' غیبت سے نہ بچ سکوں گا' اس کے لئے سونا مکروہ نہیں ؏

گفتم ایں فتنہ است خوابش بردہ بہ (۴)

---

(۱) اس میں بھی کرنے کا کوئی کام نہیں (۲) حرام کام چھوڑ دو (۳) صرف خاموش رہنے اور سونے سے بھی ہوسکتی ہے (۴) اس کے جاگنے سے تو سونا ہی بہتر ہے کہ فتنہ سے بچے گا۔

تو دیکھا آپ نے کہ تکمیل صوم کس قدر آسان ہے جو خاموش رہنے اور سوتے رہنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

روزہ کی تکمیل کامل

البتہ تکمیل کامل میں زیادت اعمال کو بھی دخل ہے کہ روزہ میں تلاوت قرآن زیادہ کرو' ان اعمال سے روزہ کی تکمیل زیادہ ہوگی مگر مطلق تکمیل اس پر موقوف نہیں پس جس کو تکمیل کامل کی ہمت نہ ہو وہ تکمیل ضروری کو ہاتھ سے نہ دے کہ اس میں تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا۔ بالخصوص غیبت سے بہت پرہیز کرو' کیونکہ عورتوں کو غیبت کا بہت مرض ہے۔ وہ عورت ہی نہیں جو غیبت نہ کرے اور غیبت تو غیر رمضان میں بھی حرام ہے اور رمضان میں تو بہت ہی بڑا گناہ ہے کیونکہ شرف زمان (۱) سے جیسے اعمال صالحہ کا ثواب بڑھتا ہے ایسے ہی گناہوں کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے جیسے شرفِ مکان (۲) کو عمل صالحہ کے ثواب بڑھانے اور عمل بد کے گناہ بڑھانے میں دخل ہے۔

مثلاً کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھے تو ثواب زیادہ ہے اور اگر مسجد میں منہ کالا کرے تو گناہ بھی بہ نسبت خارج مسجد کے زیادہ ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔

غیبت سے بچو

پھر غیبت میں نہ معلوم لوگوں کو کیا مزا آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنا جی خوش کر لیتے ہیں' پھر اگر اس کو خبر ہوگئی اور اس سے دشمنی پڑ گئی تو عمر بھر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور اگر ذرا اول میں حس ہو تو غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب (۳)

---

(۱) زمانے کے بابرکت ہونے سے (۲) مکان کے بابرکت ہونے سے (۳) دل میں۔

میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو اس لئے میں مستورات سے کہتا ہوں کہ تم خاص طور پر اس سے بچنے کا اہتمام کرو۔ کیونکہ تمہارے یہاں اس کا بازار بہت گرم (۱) ہے عورتوں کو روزہ کا شوق تو بہت ہے مگر جتنا شوق ہے اتنا ہی ان کا روزہ ناقص ہوتا ہے۔ اور وہ صرف اس منحوس غیبت کی وجہ سے کیونکہ اور گناہ رشوت اور ظلم اور سود وغیرہ سے یہ محفوظ ہیں۔ تو بھئی خدا کے لئے روزہ میں اپنی زبان کو روک لو۔

اب تو ایک دن یا ڈیڑھ ہی دن رمضان کا رہ گیا ہے' جتنا حصہ باقی ہے اس میں تو اپنی بخشش کرالو' اور بخشش کرانے کا طریقہ یہی ہے کہ گذشتہ گناہوں سے توبہ کرو اور آج سے اپنی زبان کو گناہوں سے روک لو اس سے تو بخشش ہو جائے گی اور روزہ کامل ہو جائے گا اور جس قدر ہو سکے اعمال صالحہ میں زیادتی کرلو اس سے تکمیل ہو جائے گی۔

شبِ قدر کی عبادت

میں اس حدیث کا اس وقت پھر اعادہ کرتا ہوں جو جمعہ کے بیان میں پڑھی تھی حضور ﷺ فرماتے ہیں: ((رغم انف رجل ادرك رمضان فانسلخ قبل ان يغفر له)) ''کہ اس شخص کی ناک رگڑ جائے مٹی میں مل جائے یعنی وہ ذلیل ہو جائے جس نے رمضان کو پالیا اور وہ اس کی اپنی مغفرت سے پہلے ختم ہو گیا''

ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بددعا کس قدر سخت ہے آپ کی دعا یا بددعا کے قبول ہونے میں کیا شک ہے اور اس پر جو شبہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی تو بددعا بھی دعا

---

(۱) غیبت کی بہت کثرت ہے۔

ہو کر لگتی ہے اس کا جواب جمعہ کے وعظ میں دیا جاچکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم اس بددعا کا ہے جو از راہ بشریت ہو اور جو بددعا تشریعی طور پر اس کا یہ حکم نہیں۔

صاحبو! ہم نے یہ رمضان پالیا ہے جو اس وقت قریب ختم ہے اگر ہم نے اس میں اپنی مغفرت نہ کرائی تو ہم اس وعید میں داخل ہو جائیں گے پس اہتمام کے ساتھ اپنی مغفرت کا اہتمام کرنا چاہیئے ایک ڈیڑھ دن بھی گناہوں سے رکنا کچھ مشکل ہے اور شاید آدھا ہی دن ہو اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے یہ رحمت و برکت کا وقت ہے کیا خبر پھر کس کو رمضان نصیب ہوتا ہے کس کو نہیں ابھی کچھ حصہ رمضان کا باقی ہے جس کی فصیلت یہ ہے کہ اس میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے اور فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ملتا ہے اور لیلۃ القدر کی عبادت کا ثواب تو اسی سال کی عبادت سے بھی زیادہ ہے ۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را   کہ بیک گل می خری گلزار را
نیم جاں بستاند وصد جاں دہد   آنچہ درد ہمت نیاید آن دہد(۱)

واقعی ہم اس قابل کہاں جو یہ نعمتیں حاصل کرسکیں جو کچھ ہے محض حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ جو لوگ شب قدر کو پاچکے ہیں ان کے لئے بشارت ہے اور جو محروم رہے وہ آئندہ اس مضمون کو یاد رکھیں اور اگر خدا تعالیٰ پھر رمضان تک پہنچادیں تو اس میں شب قدر کی عبادت کا اہتمام کریں۔

یہ میں نے اس لئے کہہ دیا کہ شاید کسی کو یہ وسوسہ ہوتا کہ اب تو شب قدر کا وقت گزر چکا ہے' اب اس مضمون کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی تو میں نے بتلا دیا کہ اس لئے بیان کردیا تا کہ آئندہ کے لئے اس کو یاد رکھا جائے۔

(۱) آپ نے یہ کیا بازار لگایا ہے کہ ایک پھول کے عوض پورا گلستان ملتا ہے آپ جان لیکر سو جانیں عطا کرتے ہیں جس کا کوئی تصور نہیں کرسکتا آپ وہ دیتے ہیں۔

رات کی قدر دانی

اور صاحب اگر مسلمان خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق درست کرے تو اس کے لئے وہی رات لیلۃ القدر ہے جس میں اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے درست ہو جائے اس کو ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

اے خواجہ چہ پرسی زشبِ قدر نشانی　　ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی(۱)

جو شخص شبِ قدر میں مردود تھا مگر آج کی رات مقبول ہو گیا تو اس کے لئے یہی رات لیلۃ القدر ہے بس اس سے بھی بہتر ہے، پس اگر شب قدر گزر گئی تو اس کا غم نہ کرو، خدا تعالیٰ سے علاقہ جوڑنے (۲) کی فکر کرو۔ جب ان سے علاقہ جوڑ لو گے تو وہ تمہارے واسطے رمضان کی اخیر رات کو بھی شب قدر کر سکتے ہیں۔

روزہ کی خاص فضیلت

ایک فضیلت رمضان کی یہ ہے کہ اور اعمال کا ثواب تو محدود ہے کہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے اور روزہ کا ثواب غیر محدود ہے کہ اس کے ثواب کی کوئی حد ہی نہیں۔ میں نے اس مضمون کو ایک وعظ میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ روزہ کا ثواب غیر متناہی بمعنی لا یقف عند حد (۳) ہے۔ وہ اس بارے میں بہت ہی اچھا وعظ ہے۔ خدا کرے جلد شائع ہو جائے۔ تو ان فضیلتوں کو سن کر جو حصہ تھوڑا سا رمضان کا باقی ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اور جو کچھ ہو سکے اس میں کر لینا چاہیئے۔ جو فوت ہو گیا وہ تو قبضہ کے باہر ہے مگر جو باقی ہے اس کو تو فوت نہ کیا جائے۔

---

(۱) شب قدر کی نشانی کیا پوچھتے ہو ہر شب شب قدر ہے اگر اس کی قدر کر لی جائے (۲) اللہ سے تعلق جوڑنے کی فکر کرو (۳) اس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔

مقصودِ وعظ

پس اب قصد کرلو کہ آج کا دن طاعت ہی میں گزاریں گے اور زبان کو گناہوں سے بچائیں گے۔ اسی وقت سے کام میں لگ جاؤ' قرآن پڑھو اور نفلیں پڑھو اور خدا کو یاد کرو' توبہ واستغفار کرو اور اپنی کوتاہی پر رنج وافسوس کرو انشاء اللہ اس طرح تم اس رمضان کی برکات سے محروم نہ رہو گے اور اس وعید میں داخل نہ ہوگے جو حدیث میں مذکور ہے' بس یہی میرا مقصود تھا کہ ڈیڑھ دن یا ایک دن تو شریعت کے موافق اپنی حالت بنالو اور اس میں تو خدا تعالیٰ کو راضی کرلو۔ سو بحمد للہ مختصر طور پر یہ مقصد پوری طرح بیان ہوگیا۔

اب دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عمل عطا فرمائیں اور رمضان کی برکات ہم کو نصیب فرمائیں۔ جن میں سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائیں اور ہماری مغفرت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔(۱)

---

(۱) اللہ تعالیٰ محشّی اور تمام پڑھنے والوں کے حق میں اس دعا کو قبول فرمائیں۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۲۱/ جولائی ۲۰۰۸ء

﴿رمضان شریف﴾

خوب نفلیں بھی ہوں اور ذکر تلاوت بھی ہو
ہر برائی سے بچاؤ بھی ہو نفرت بھی ہو

نیک برتاؤ ہو اخلاق سے بھی پیش آئیں
اور ہر کام کو بھی شرع کے اندر لائیں

خوب خیرات کریں خوب زکوتیں بھی دیں
یعنی کچھ پیسوں میں جنت کا بھی سودا کرلیں

توبہ کر کر کے گناہوں کی جڑیں دور کریں
ظلمتِ قلب کو پھر نور سے معمور کریں

غیبت و ظلم کا ہر گز نہ چلیں ہم رستہ
رکھ رکھا کر اسے کھودیں نہ، کہیں روزہ سستا

کوئی الجھے تو یہ کہہ دیجئے روزہ ہے مرا
گالیاں سن کے بھی ہو صبر تو ہے کیا اچھا

دوزخیں بند ہیں شیطان ہیں اس میں قیدی
ہر بری بات سے بچنے کی سہولت دیدی

پھر بھی غافل رہیں ہم اور نہ کریں کچھ کوشش
کہئے انصاف سے پھر کیوں نہیں اس کی پرسش

اک مہینہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں
دل پہ قابو نہ ہو کچھ دن تو، کوئی بات نہیں

چلتے پھرتے بھی رہے لب پہ اگر ذکر و درود کام بھی سارے رہیں اجر بھی ہو لامحدود

پھر کرم یہ کہ اگر بھول کے کھا پی لیں گے روزہ باقی ہے ثواب اس کا بھی کافی لینگے

پیٹ میں جائیگی یا مغز کے اندر کوئی شے تب تو روزہ نہ رہا ورنہ ابھی باقی ہے

کھائی جاتی ہو غذا کر کے وہ شے یا کہ دوا تب تو کفارہ بھی ہے ورنہ فقط ایک قضا

خطرۂ جان میں افطار کیا جاتا ہے اور بلا خطرہ کے کفارہ دیا جاتا ہے

سرمہ و تیل ہو یا ٹیکہ وفصد انجکشن آپ کے روزہ میں اس سے نہیں آئیگا شکن

قَے اگر ہوگئی اور چاہے وہ خود لوٹ گئی گو زیادہ بھی ہو روزہ میں نہیں آتی کمی

تھوڑی لوٹانے سے گر حلق میں پھر جا پہنچے تب بھی باقی ہے، جو منہ بھر ہو تو روزہ ٹوٹے

حلق میں کلی سے اک بوند اگر جائے گی روزہ جاتا رہا اب اس کی قضا آئے گی

دھوکے سے یا غلطی سے کبھی ایسا ہو اگر وقت میں کھایا گیا کچھ تو قضا ہے سر پر

ہو سفر سخت کہ بیمار ہو کوئی ایسا جس کو روزہ سے ہو تکلیف تو کرلے وہ قضا

عورتیں عذر مہینہ پر قضا کردیں گی جب سہولت ہو وہ پھر انکو قضا کرلینگی

روزہ رکھنے میں مزا یہ ہے ریا ہے ہی نہیں
بے کہے دوسرے لوگوں کو پتہ ہے ہی نہیں

ماخوز از: جمالیاتِ جمیل
مجموعہ کلام مفتی جمیل احمد تھانویؒ